"مناسک الحج والعمرة فی الکتاب والسنة" کا اُردو ترجمہ

حج و عمرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں

تصنیف

محدثِ عصر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

ڈاکٹر عبد الرحمٰن یوسف

(فاضل مدینہ یونیورسٹی)

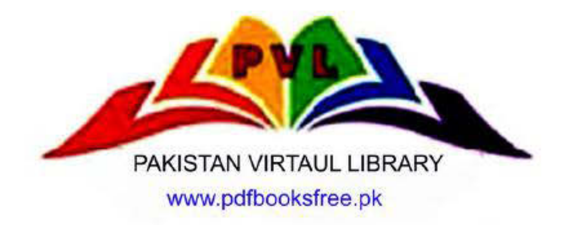
شعبہ تحقیق و تالیف: مرکز عمر بن عبد العزیز ڈیفنس، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان





نام کتاب : مناسک حج و عمرہ (کتاب وسنت کی روشنی میں)

مولف : محدث العصر شیخ محمد ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

مترجم : ڈاکٹر عبدالرحمن یوسف

صفحات : ۱۰۸

ناشر : مرکز عمر بن عبدالعزیز ڈیفنس، کراچی

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ

عرض مترجم

حج بیت اللہ، ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے جسمانی ومالی عبادت پر مشتمل یہ رکن عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ ادا کرنا فرض ہے۔ اور وہ بھی صاحب استطاعت افراد پر، اس لئے اس کے احکام اکثر وبیشتر مسلمانوں کے لئے اجنبی ہیں۔

ہر دور میں علماء اسلام نے فریضہ دعوت سے سبک دوش ہونے کے لئے ''مناسک حج'' پر مشتمل تصانیف مرتب کیں تا کہ تقاضائے وقت کے مطابق لوگوں کے لئے انہیں سیکھنا آسان ہوجائے۔ عصر حاضر کے مایہ ناز محدث شیخ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ [1] نے اس موضوع پر اپنے تحقیقی انداز کے

---

[1] شیخ موصوف کی زندگی میں اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا گیا تھا۔ اب وہ دنیا فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ ان کی حیات وخدمات کا خلاصہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مترجم)

ساتھ ''مناسک الحج والعمرۃ'' کے نام سے ایک مختصر کتاب تصنیف کی ہے جو در اصل انہیں کی مفصل تصنیف ''حَجّۃُ النَّبِیّ ﷺ کَمَا رَوَاھَا عَنْہُ جابر'' کا خلاصہ ہے۔ اس میں انہوں نے حج بیت اللہ، عمرہ اور زیارت حرمین شریفین سے متعلق تمام تر مسائل قرآن وحدیث کے حوالے سے آسان اور عام فہم انداز میں بالترتیب بیان فرمائے ہیں۔ اور حتی المقدور الفاظ حدیث کی پابندی کی ہے۔ علمی حلقوں میں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جناب موصوف تحقیق حدیث کے سلسلہ میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں ہر بات باحوالہ صحیح سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ اس لئے اس کتاب کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔ اسی افادیت کے پیش نظر اس کا ترجمہ اردو قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ یہ ترجمہ 1985ء میں کیا گیا تھا۔ بوجوہ اسے شائع نہیں کیا جاسکا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب اسے قارئین کے سامنے پیش کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

یہ بات زیر نظر رہے کہ مصنف نے تمام تر حوالہ جات اپنی ذاتی کتابوں میں سے دیئے تھے۔ انہیں مزید آسان بنانے کے لئے اصل کتابوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے کتاب، باب اور حدیث نمبر دے کر ذکر کیا گیا ہے۔ باقی تمام تر متن وحواشی مصنف کی طرف سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ترجمہ وتخریج کی ادنیٰ کوشش کو قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنائے۔

صلی اللہ علی نبیّہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم

ڈاکٹر عبد الرحمٰن یوسف

اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

2 فروری 1999ء

شیخ البانی کے سوانح حیات اور علمی وتحقیقی خدمات

یہ مناسب ہوگا کہ قارئین کے لئے مصنف کی شخصیت، علمی مرتبہ اور گراں قدر خدمات کو مختصر الفاظ میں بیان کردیا جائے۔ آپ کے شاگردوں میں سے شیخ محمد بن ابراہیم شیبانی نے "حیاۃ الالبانی وآثارہ وثناء العلماء علیه" کے نام سے مستقل کتاب تحریر کی، اسی طرح شیخ مجذوب نے "موجزة عن حیاۃ الشیخ ناصرالدین" کے عنوان سے ایک کتابچے میں آپ کے سوانح حیات قلم بند کیے۔ علاوہ ازیں مختلف عربی اور اردو رسائل وجرائد میں بھی شیخ کے حالات زندگی شائع ہوئے۔ انہی سے اقتباسات لے کر کچھ حالات یہاں ذکر کیے جارہے ہیں۔

شیخ ناصرالدین کے ابتدائی حالات:

شیخ ناصرالدین 1914ء میں البانیہ کے دارالخلافہ "اشقودرہ" میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام 'الحاج نوح نجاتی' تھا۔ وہ حنفی عالم تھے اور اپنی دعوتی خدمات، دروس اور تقاریر کے باعث لوگوں میں عزت وشرف اور بلند

مقام حاصل کر چکے تھے۔شیخ کا گھرانہ اگرچہ غریب تھا مگر دین پر قائم اور علمی اشتیاق کا حامل تھا۔البانیہ کا اقتدار جب ''شاہ احمد زوغو'' کے ہاتھ آیا تو پوری سلطنت پر بے دینی اور مغربیت رفتہ رفتہ رواج پا گئی،لوگوں نے انگریزی لباس زیب تن کرلیا،عورتوں نے پردہ اتار دیا۔ان حالات میں شیخ کے والد نے اپنے دین کی حفاظت اور اخروی نجات کی غرض سے ہجرت کر کے شام کے دارالخلافہ دمشق کو اپنا مسکن بنالیا۔

تعلیم وتربیت:

شیخ کچھ دیر دمشق کے ''مدرسہ الاسعاف الخیریۃ الابتدائیۃ'' میں تعلیم حاصل کرتے رہے لیکن پھر اس مدرسے میں آگ لگ جانے کے باعث ''سوقِ ساروجہ'' کے ایک مدرسے میں داخل ہو گئے۔مدارس کے مروجہ تعلیمی نظام پر غیر مطمئن ہونے کے باعث شیخ کے والد نے خود ان کے لئے ایک تعلیمی پروگرام بنایا جو کہ صرف' نحو' قرآن' تجوید اور فقہ حنفی پر مشتمل تھا۔شیخ نے اپنے والد کے رفقاء(جو کہ اپنے زمانے کے شیوخ تھے) سے بھی تعلیم حاصل کی،مثلاً شیخ راغب طباغ رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے ان کی تمام مرویات کی

اجازت حاصل کی تھی۔اس طرح شیخ سعید برھانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے فقہ حنفی کی معروف کتاب "مراقی الفلاح" پڑھی تھی۔

شیخ کی عمر جب بیس سال ہوئی تو 'مجلۃ المنار' جو کہ شیخ محمد رشید رضا کی زیر نگرانی شائع ہوتا تھا' آپ کے مطالعہ سے گزرا۔یہی وہ علمی وتحقیقی رسالہ ہے جس کے ذریعے آپ علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔

ابتدائی دور میں شیخ نے گھریلو ضروریات کی تکمیل کے لئے گھڑیوں کی مرمت کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا،لیکن علم حدیث میں رغبت کے بعد جمعہ اور منگل کے سوا روزانہ صرف تین گھنٹے گھڑیوں کی مرمت کا کام کرتے باقی مکمل دن تقریباً چھ گھنٹے علم حدیث کے حصول اور تالیف وتصنیف کے لئے "المکتبۃ الظاھریۃ" میں موجود مختلف کتب ومخطوطات کا مطالعہ کرتے رہتے۔

یہ لائبریری آپ کے لئے بہت بڑی نعمت ثابت ہوئی کیونکہ جب بھی آپ کو کسی کتاب کی ضرورت ہوتی اور وہ آپ کو اپنے والد کے ذاتی کتب خانے (جو کہ زیادہ تر حنفی مسلک کی کتب پر مشتمل تھا) سے نہ ملتی اور آپ کے پاس اسے خریدنے کی بھی طاقت نہ ہوتی تو اس لائبریری میں تلاش کرنے سے

آپ کو مل جاتی ۔آپ کی محنت ،جدوجہد اور علمی شوق دیکھتے ہوئے اس لائبریری کے علاوہ بعض دیگر لائبریریوں کے منتظم بھی آپ کو کچھ مدت کے لئے ادھار بلا اجرت کتابیں دے دیا کرتے تھے جس سے آپ اپنی ضرورت پوری کر لیتے ۔حدیث پر شیخ کی اس قدر محنت اور شغف کو دیکھ کر آپ کے والد اکثر خائف رہتے اور یہ کہتے رہتے کہ "علم حدیث تو مفلس لوگوں کا فن ہے۔"

لیکن شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا شوقِ حدیث روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا حتیٰ کہ آپ 'المکتبۃ الظاہریۃ' میں روزانہ بارہ بارہ گھنٹے مطالعہ میں ہی مصروف رہتے ۔ دریں اثنا صرف نمازوں کے لئے ہی باہر نکلتے ۔اکثر اوقات تو آپ تھوڑا بہت کھانا مکتبہ میں ہی تناول فرما لیتے ۔آپ کا یہ شوق دیکھ کر لائبریری کی انتظامیہ نے آپ کے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا جس میں آپ کے لیے ضروری کتب بھی فراہم کر دی گئیں ۔آپ صبح سویرے ملازمین سے بھی پہلے لائبریری میں پہنچ جاتے اور پھر عشاء کے بعد واپس آتے ۔ ہر وقت کتاب پر نظر رکھتے ،اگر کوئی شخص آپ سے مسئلہ دریافت کرتا تو اکثر اوقات کتاب سے نظر ہٹائے بغیر ہی جواب دے کر فارغ کر دیتے ۔

اس محنت اور جدو جہد کے نتیجے میں سب سے پہلے آپ نے جو کام کیا وہ امام عراقی کی کتاب "المغني عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الاحياء من الأخبار" پر تعلیقات وحواشی ہیں۔

دعوت حق اور علمی پروگرام:

چونکہ آپ کے والد حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور اکثر مسائل میں آپ کے مخالف تھے اس لیے آپ کی دعوت اس مسلک پر تنقید سے شروع ہوئی۔ آپ بے خوف وخطر یہ بات واضح کردیتے کہ جب کسی مسئلے میں حدیث ثابت ہو جائے تو پھر کسی امام کی اتباع جائز نہیں۔ دعوت الی اللہ کے سلسلے میں شیخ رحمتہ اللہ علیہ اپنے دوستوں اور میل جول رکھنے والوں کے ساتھ ایک جگہ پر مخصوص دن میں اور شرعی مسائل پر گفتگو کرتے۔ جس طرح لوگ بڑھتے گئے اس طرح جگہ بھی تبدیل کی جاتی رہی بالآخر ایک گھر کرائے پر لیا گیا، لیکن وہ بھی بعد میں کم پڑ گیا۔

رفتہ رفتہ علاقے میں شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی کافی شہرت ہوگئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ حاسدین کی ایک جماعت بھی تیار ہوگئی جن کے من گھڑت

الزامات اور جھوٹی گواہیوں کے باعث شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دو بار جیل کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اس دوران اگر کوئی اختلافی مسئلہ پیش آجاتا تو کسی متعصب مسلکی عالم کے پاس سوائے شور وغوغا اور گستاخ وہابی کہنے کے شیخ کے مقابلے میں کوئی ثبوت ودلیل نہ ہوتی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف علمی محفلوں کا بھی انعقاد کیا جن میں مدارس کے طلباء، واساتذہ سمیت خواتین بھی شرکت کرتیں۔ ان محفلوں میں جن کتب کے دروس دیے جاتے ان میں فقہ السنۃ از سید سابق، الترغیب والترھیب از حافظ منذری، الروضۃ الندیۃ از نواب صدیق حسن خان، مصطلح التاریخ از اسد رستم، اصول الفقہ از عبدالوھاب خلاف، منھاج الاسلام فی الحکم از محمد اسد، الحلال والحرام از یوسف قرضاوی، فتح المجید شرح کتاب التوحید از عبدالرحمن بن حسن آل شیخ، الباعث الحثیث از احمد شاکر، ریاض الصالحین از امام نووی، الالمام فی احادیث الأحکام از ابن دقیق العید الأدب المفرد از امام بخاری اور اقتضاء الصراط المستقیم از امام ابن تیمیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مدینہ یونیورسٹی میں تقرری:

شیخ کی تصنیفات ان کی شہرت کا باعث بنیں ، بالخصوص اس لئے کہ انہوں نے اپنی تالیفات میں جو منہج اپنایا تھا وہ خالص کتاب سنت ہی تھا۔ ہر مسئلے میں صرف انہی دونوں کو معیار و میزان بنایا گیا تھا۔ اس لئے جب مدینہ یونیورسٹی "الجامعۃ الاسلامیہ" قائم ہوئی تو اس کے چانسلر اور مفتی اعظم سعودی عرب شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ نے جامعہ میں علوم حدیث پڑھانے کے لئے انہیں کو منتخب کیا۔ چنانچہ آپ 1961ء سے 1964ء تک تین سال جامعہ میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے۔

دوران تدریس شیخ فارغ اوقات اور پریڈز کے وقفوں میں بھی طلباء کے درمیان بیٹھ کر علمی مباحث میں مشغول رہتے ۔ اس قدر محنت اور طلباء سے نہایت شفقت کے باعث اکثر طلباء آپ سے نہایت والہانہ محبت کرنے لگے اور ہر وقت آپ کے ارد گرد جمع رہتے۔

مقام ومرتبہ اور علماء کی آراء:

علم حدیث میں شیخ کی گراں قدر اور ناقابل فراموش مساعی کے نتیجے میں مختلف ممالک میں آپ کا شہرہ ہوگیا۔ جس کی بنا پر آپ کو مختلف ممالک مثلاً: مصر، مراکش، انگلینڈ، قطر، متحدہ عرب امارات اور متعدد یورپی ممالک میں دروس وخطبات اور کانفرنسز میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا۔

شیخ مختلف مجالس اور کمیٹیوں کے رکن بھی رہے مثلاً نشر واشاعت کے لیے مصر وشام کی مشترکہ کمیٹی "لجنۃ الحدیث" کے رکن تھے۔ آپ مدینہ یونیورسٹی کی مختلف کمیٹیوں کے بھی رکن تھے۔ سعودی فرمانروا شاہ خالد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ یونیورسٹی کی سپریم کونسل کے لیے آپ کو ممبر منتخب کیا تھا۔ اور جامعۃ أم القریٰ میں "قسم الدراسات العلیا (Higher Studies) کے شعبہ حدیث کی نگرانی وسرپرستی کے لیے بھی آپ کو دعوت دی گئی۔

شیخ کے پاس دور دراز کے علاقوں اور بیشتر ممالک سے بڑے بڑے اہل علم اپنے مسائل کے حل کے لیے آتے اور آپ انہیں ایسے تسلی بخش جواب فراہم کرتے کہ کتابوں کے جلد نمبر اور صفحہ نمبر تک کی وضاحت کر دیتے۔

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہم عصر علما میں ممتاز مقام حاصل تھا۔ شیخ کے متعلق معاصر علماء مثلاً:

شیخ ابن باز، شیخ ابن عثیمین، سید محب الدین خطیب، ڈاکٹر عمر سلیمان الأشقر، شیخ شنقیطی، شیخ مقبل الوداعی، شیخ عبدالصمد شرف الدین، شیخ زید بن عبدالعزیز الفیاض، شیخ البناء مصری، جیسے نامور علماء نے ناقابل فراموش الفاظ میں خراج تحسین دیا۔

شیخ کے مشہور شاگرد:

شیخ کے شاگردوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے شاگرد تصنیف وتحقیق، تدریس اور دعوت تبلیغ کے میدان میں سرگرم عمل ہیں۔ ان میں سے شیخ محمد بن جمیل زینو، شیخ خلیل عراقی الحیانی، ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر، شیخ مصطفیٰ الزربول، شیخ عبدالرحمن البانی، شیخ مقبل بن ہادی الوادعی، شیخ زہیر شاویش، شیخ علی خشان، شیخ خیرالدین وائلی، شیخ عبدالرحمن عبدالصمد، شیخ عبدالرحمن عبدالخالق، شیخ محمد عید عباسی، شیخ حمدی عبدالمجید سلفی، شیخ محمد ابراہیم شقرۃ، شیخ مشہور حسن آل

سلمان اور شیخ علی حسن حلبی قابل ذکر ہیں۔

شیخ کی تصنیفات، تعلیقات اور تخریجات:

شیخ کی تصنیفات، تعلیقات اور تخریجات سینکڑوں کی تعداد میں ہیں ان میں سے؛صفة صلاة النبی ﷺ ، أحکام الجنائز ، تمام المنّة فی التعلیق علی کتاب فقه السنة للسید سابق ، حجاب المرأة المسلمة فی الکتاب والسنّة ، سلسلة الأحادیث الصحیحة وشيء من فقهها، سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضوعة وأثرها السيء فی الأمة ، صحیح وضعیف سنن أربعه ، صحیح وضعیف الترغیب الترهیب ، مختصر صحیح البخاری ، مختصر صحیح مسلم ، معجم الحدیث النبوی ، أحکام الجنائز ، تحقیق مشکاة المصابیح للتبریزی ، صحیح الجامع الصغیر وزیادته (الفتح الکبیر) للسیوطی ، إرواء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل لابن ضویان زیادہ مشہور ہیں۔

سانحہ وفات:

ایک عرصہ سے مسلسل بیمار رہنے کے باعث شیخ بے حد کمزور ونحیف ہو گئے تھے۔ لیکن حدیث سے والہانہ محبت کی وجہ سے آپ نے اپنی تصنیفی سرگرمیوں سے پھر بھی ہاتھ نہیں کھینچا اور جب خود لکھنے کی طاقت نہ ہوتی تو اپنے بیٹوں اور پوتوں سے لکھوا لیتے۔ شیخ کے ایک شاگرد علی بن حسن حلبی کے بقول "آخری ایام میں اگرچہ شیخ کا جسم بہت کمزور پڑ گیا تھا لیکن ابھی تک سلیم العقل اور پختہ قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔"

بالآخر علمی بصیرت کا یہ روشن ستارہ بھی دیگر چمکتے ستاروں کی طرح تین 3 اکتوبر 1999ء کو اردن میں غروب ہو گیا۔ شیخ کے سانحہ ارتحال کے بعد آج ساری دنیا میں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو ان کے لیے باعث نجات بنائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

﴿ویرحم اللہ عبدًا قال آمینا﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج وعمرہ سے پہلے ضروری ہدایات

از: محدث البانی حفظه الله

ذیل میں چند ایک نصیحت آمیز باتیں درج ہیں۔ حج یا عمرہ شروع کرنے سے پہلے حجاج کرام کو انہیں ملحوظ رکھنا ہوگا۔

۱۔ حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ خدا خوفی کو اپنا شعار بنالیں اور حتی المقدور حرام چیزوں سے بچیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ [البقرة:۱۹۷]

"حج کے مہینے جانے پہچانے ہیں۔ جو شخص ان میں حج کرنا طے کر لے وہ نہ جنسی گفتگو کرے، نہ اللہ کی نافرمانی کرے اور نہ حج کے دوران لڑائی جھگڑا کرے"۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ" [1]۔

حج مبرور (یعنی مذکورہ شرائط والے حج) کی جزا جنت ہی ہے"۔

لہٰذا مندرجہ ذیل کاموں سے مکمل اجتناب کرنا ہوگا۔ کیوں کہ بعض لوگ لاعلمی یا گم راہی کے باعث ان میں مبتلا ہیں:

الف۔ شرک:

بہت سے لوگ غیر اللہ سے فریاد، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انبیاء وصالحین سے استعانت ودعا کر کے اور احتراماً ان کی قسم اٹھا کر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ حج جیسے عمل کو ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [الزمر:٦٥]

"اگر آپ شرک کریں گے تو آپ کے عمل ہر صورت تباہ ہو جائیں گے"۔

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الحج، باب العمرة، وجوب العمرة وفضلها. [حدیث: ١٧٧٣]

ب۔ داڑھی منڈوانا:

داڑھی منڈوانا گناہ ہے کیوں کہ اس میں چار لحاظ سے شریعت کی مخالفت ہے۔

ج۔ سونے کی انگوٹھی پہننا:

سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ خصوصاً جسے آج کل "منگنی کی انگوٹھی" کا نام دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں عیسائیوں سے مشابہت بھی ہے۔

2۔ جو حجاج اپنے وطن سے قربانی کا جانور ساتھ نہ لے جا رہے ہوں وہ حج تمتع کی نیت کریں [۲] (یعنی احرام پہنتے وقت صرف عمرے کی نیت کریں تاکہ

---

[۲] آج کل حجاج کا یہی معمول ہے۔ شاذ ونادر ہی کوئی حاجی اپنے ساتھ قربانی لے جاتا ہے۔ تاہم نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔ لہٰذا ایسا کرنے والے کو روکا نہیں جا سکتا۔ جو لوگ قربانی بھی ساتھ نہیں لے جاتے اور حجِ

عمرے کے بعد حج کے لئے الگ احرام پہنا جائے) کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو آخر میں یہی حکم دیا تھا۔ جن صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل میں حج کو عمرے میں فوراً تبدیل نہیں کیا تھا آپ ان پر ناراض ہو گئے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

"دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِيْ الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"[۳-الف]

(قیامت تک کے لئے عمرہ، حج میں شامل ہو گیا ہے)۔

قران (ایک احرام کے ساتھ حج وعمرہ) یا حج مفرد کرتے ہیں (یعنی حج کو عمرے کے ساتھ نہیں ملاتے بلکہ صرف حج کا احرام پہنتے ہیں)، اگر چہ یہ بات ان پر گراں گزرے، وہ آپ ﷺ کے قول اور فعل دونوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ صحیح مسلم: کتاب الحج، باب تقليد الهدى وأشعاره عندا لاحرام (حدیث۱۲۴۳)

مسند احمد ص۳۴۲،۲۷۸ ج۱۔[حدیث:۱۵۱۳]

[۳/الف] سنن ابوداؤد: كتاب المناسك ، باب افراد الحج [حدیث۱۷۹۰]

نیز جب بعض صحابہ نے آپ سے استفسار کیا تھا کہ آیا یہ تمتع صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ تو آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر فرمایا تھا:

"دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِيْ الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا بَلْ لِأَبَدِ أَبَدٍ، لَا بَلْ لِأَبَدِ أَبَدٍ"۔[۳۔ ب]

(قیامت تک لئے عمرہ، حج کا حصہ بن گیا ہے [اس سال کے لئے] نہیں، بلکہ ہمیشہ کے لئے [اس سال کے لئے] نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے)۔

اسی بنا پر آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور تمام ازواج مطہرات کو حج کے وقت عمرہ کے بعد احرام سے آزاد ہو جانے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے:

"جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کرلیا وہ احرام سے آزاد ہو گیا۔

[۳/ب] سنن ابوداؤد: كتاب المناسك، باب صفة حج النبي ﷺ [حديث ۱۹۰۵]

یہ تمہارے پیغمبر کی سنت ہے خواہ تمہیں ناگوار گزرے"۔[۴]

جو حاجی، قربانی ساتھ نہ لے جا رہا ہو وہ حج کے تینوں مہینوں (شوال، ذی قعدہ۔ ذی الحج) میں عمرے کا احرام پہنے۔ جو حج مُفرَد (یعنی صرف حج کرنے یا حج قِران (یعنی حج اور عمرہ ملا کر کرنے) کا احرام پہن چکا ہو پھر اسے نبی کریم ﷺ کا، حج کو عمرے میں بدلنے کا، حکم معلوم ہو جائے اسے فوراً سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔ اگر مکہ مکرمہ پہنچ کر صفا و مروہ کی سعی بھی کر چکا ہے تب بھی احرام اتار دے اور دوبارہ یوم ترِویہ (یعنی آٹھ ذوالحجہ) کو حج کا احرام پہنے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[۴] ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَدْخَلَ عَلَيْكُمْ فِيْ حَجِّكُمْ هٰذَا عُمْرَةً، فَإِذَا قَدِمْتُمْ فَمَنْ تَطَوَّفَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ حَلَّ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ"۔

سنن ابوداؤد: كتاب المناسك، باب في الاقران. [حديث ۱۸۱]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ......﴾ [الأنفال:٢٤]

''اے ایمان والو! اللہ ورسول کی دعوت پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی دعوت دے رہا ہے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جایا کرتا ہے، اور یاد رکھو کہ اسی کی طرف تمہارا اکٹھا ہونا ہے[٥]

3۔ عرفہ کی رات (یعنی آٹھ اور نو ذوالحجہ کی درمیانی رات) منٰی میں گزارنا کسی صورت نہ رہے۔ کیونکہ یہ فرض ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے ایسے کیا اور ان الفاظ کے ساتھ ایسا کرنے کا حکم بھی دیا:

---

[٥] حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حج مفرد کو افضل قرار دینا اس کے منافی نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے اصل کتاب ''حجة النبی ﷺ كما رواها عنه جابر'' ملاحظہ ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان کا مقصد، حج کے لئے علیحدہ اور عمرے کے لئے علیحدہ سفر کرنا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد نمبر ٢٦ میں قابل قدر بحث کی طرف رجوع کریں)

"خُذُوْا عَنِّی مَنَاسِکَکُمْ"۔ (مجھ سے حج کی عبادات سیکھ لو)۔

اسی طرح مزدلفہ میں رات گزارنا اور نماز فجر پڑھنے تک ٹھہرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر وہاں رات گزارنا رہ جائے تو نماز فجر وہاں پڑھنا کسی صورت نہ رہے۔ کیونکہ یہ رات گزارنے سے زیادہ اہم ہے۔ بلکہ محققین علماء کے راجح نظریہ کے مطابق یہ حج کا رکن ہے۔ البتہ عورتیں اور بوڑھے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ آدھی رات کے بعد واپس آسکتے ہیں۔

4۔ مسجد حرام میں نمازی کے سامنے سے گزرنے سے مقدور بھر پرہیز کیا جائے۔ دیگر مساجد میں اس کی ممانعت اور بھی شدید ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ"۔ [بخاری، حدیث ۵۱۰]

(اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اس [غلطی] کے گناہ کا علم ہو جائے تو وہ چالیس [سال] تک اس کے سامنے ٹھہرا رہنے کو ترجیح دے)۔

یہ ایک عام حکم ہے جو ہر گزرنے والے اور نمازی کے لئے یکساں ہے۔
مسجد حرام میں گزرنے کے استثناء کی دلیل پایہ صحت کو نہیں پہنچ سکی۔ لہذا اس
میں بھی دیگر مساجد کی طرح سُترے کا اہتمام ضروری ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ
میں وارد احادیث عام ہیں اور اس ضمن میں بعض صحابہ سے آثار بھی منقول
ہیں۔

5۔ ارباب علم ودانش کا فرض ہے کہ وہ حجاج کرام کو ہر ممکن مناسک واحکام حج
کی تعلیم کتاب وسنت کے مطابق دیتے رہیں۔ حج کی مصروفیت انہیں پیغام
توحید لوگوں تک پہنچانے سے نہ روکے یہی اسلام کی اساس ہے اور انبیاء کی
بعثت اور کتابوں کو نازل کرنے کا مقصد ہے۔ اکثر وبیشتر علم کے دعوے دار،
جن سے ہمیں ملاقات کا موقعہ ملا ہے، اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کی وحدانیت
کی حقیقت کے ادراک سے حد درجہ کورے پائے گئے۔

اسی طرح اس سلسلہ میں بھی وہ لوگ مکمل غافلانہ کیفیت کا شکار ہیں کہ
مسلمانوں کے مختلف گروہ اور مذہبی اختلافات ہوتے ہوئے بھی انہیں
عقائد واحکام، اخلاق ومعاشرت اور سیاست ومعیشت وغیرہ زندگی کے مختلف

شعبوں میں کتاب وسنت پر مبنی باہمی اتحاد اور شیرازہ بندی کی سخت ضرورت ہے۔ انہیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس اساس قدیم اور صراط مستقیم سے ہٹ کر اٹھنے والی کوئی بھی آواز یا اصلاحی تحریک مسلمانوں کو انتشار وافتراق اور ذلت ورسوائی کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتی۔ موجودہ حالات اس پر شاہد عدل ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

بوقت ضرورت احسن پیرائے میں مباحثہ کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ دوران حج جس مباحثے سے منع کیا گیا وہ غلط بحث ومباحثہ ہے۔ جس سے ممنوعہ فسق وفجور کی طرح دوران حج بھی روک دیا گیا ہے اور حج کے علاوہ بھی۔ لہٰذا:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ [النحل:125]

اور دیگر آیات میں مامور مباحثہ بالکل مختلف ہے۔ علاوہ ازیں اگر داعی حق کو مخالف سے، اس کے تعصب وعناد کے باعث یہ محسوس ہو کہ مباحثہ بے فائدہ ہے یا اسے مسلسل جاری رکھنے سے ناجائز کے ارتکاب کا اندیشہ ہے تو

اسے گفتگو ترک کر دینی چاہیئے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا...........“۔

(جو شخص حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا نہ کرے میں اس کے لئے جنت کے زیریں حصہ میں ایک گھر دیئے جانے کا ضامن ہوں)[۲]

بعض کاموں کی شرعی اجازت اور عوام کا حد سے تجاوز

ایک داعی حق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عام لوگوں کو بالعموم اور حجاج کرام کو بالخصوص آسانی کی راہ دکھانا اپنا فریضہ سمجھے کیونکہ سہولت پیدا کرنا شریعت مطہرہ کا بنیادی اصول ہے۔ یہ اس وقت تک کارفرما رہتا ہے جب تک اس کے مخالف کوئی شرعی حکم ثابت نہ ہو جائے۔ شرعی حکم ثابت ہو جانے پر

[۲] صحیح الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۰۶۔ [حدیث ۱۴۶۴۔ ۲۵۱]

بذریعہ قیاس آسانی پیدا کرنا ناجائز ہے۔ یہ ایک متوسط راستہ ہے جس پر ہر داعی کو کاربند رہنا چاہیے اس کے بعد لوگوں کی موشگافیوں اور تبصرہ جات کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

کچھ کام بالکل جائز ہیں لیکن بعض حجاج کرام مذکورہ بالا اُصول کو بالائے طاق رکھ کر علماء کرام کے جاری کردہ فتاویٰ کے باعث تنگی میں پڑ جاتے ہیں۔

یہاں ہم ان کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں۔

ا۔ احتلام کے علاوہ عام غسل کے لیے بھی سر کو ملنا:

یہ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔[۷]

---

[۷] صحیح بخاری: كتاب جزاء الصيد، باب الاغتسال للمحرم. [حديث: ۱۸۴۰]۔ صحیح مسلم: كتاب الحج' باب جواز غسل المحرم بدنه ورأسه. [حديث: ۱۲۰۵]۔ سنن ابوداؤد: كتاب المناسك، باب المحرم يغتسل. [حديث: ۱۸۴۰]

۲۔ سر کھجانا:

حالت احرام میں سر کھجانا جائز ہے، خواہ اس سے سر کے کچھ بال بھی گر جائیں۔ یہ بھی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے ثابت ہے اور یہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے۔

۳۔ بال کٹوا کر سینگی لگوانا:

رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں سر کے درمیان میں سینگی لگوائی تھی اور یہ بال کٹوائے بغیر ممکن نہیں ہے، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے قائل ہیں اور حنبلیوں کا بھی یہی موقف ہے لیکن انہوں نے ایسا کرنے والے پر فدیہ (جانور ذبح کرنا) لازمی قرار دیا ہے، حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

بلکہ مذکورہ دلیل کے پیش نظر یہ موقف محل نظر ہے۔ کیونکہ اگر آپ نے فدیہ دیا ہوتا تو راوی اسے ضرور بیان کرتا۔ لہٰذا فدیے کو چھوڑ کر صرف سینگی کا تذکرہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے یہ ادا نہیں کیا۔ اس لیے امام ابن

تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف درست ہے۔

۴۔ خوشبو سونگھنا اور ٹوٹا ہوا ناخن اتارنا:

اس سلسلہ میں کئی آثار موجود ہیں۔

۵۔ خیمے یا کیمپ وغیرہ کے ذریعے سایہ حاصل کرنا:

یہ تو آپ کے دور ہی سے ثابت ہے۔ چھتری کے ذریعے یا کار وغیرہ میں بیٹھ کر سایہ حاصل کرنے پر فدیہ واجب قرار دینا تشدد ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ عقل سلیم بھی ان چیزوں میں فرق روا نہیں رکھتی۔ منار السبیل (۱/۲۴۶) کے مطابق امام احمد کی ایک روایت میں بھی ثابت ہے لہٰذا لوگوں کا کار کی چھت کو اتار کر اس میں سوار ہونا دین میں بے جا تکلف ہے جس کی رب العالمین نے اجازت نہیں دی۔

۶۔ تہبند پر بیلٹ وغیرہ باندھنا یا بوقتِ ضرورت اسے گانٹھ دینا یا انگوٹھی پہننا:

یہ کام آثار سے ثابت ہیں۔ کلائی گھڑی پہننا۔ عینک لگانا اور گردن میں

پرس وغیرہ لٹکانا بھی یہی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ تمام کام مذکورہ بالا اصول کے ذیل میں آتے ہیں۔ بلکہ بعض مرفوع احادیث اور موقوف آثار سے بھی ثابت ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

"يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ"۔

[البقرۃ:۱۸۵]

''اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتے ہیں اور وہ تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتے''۔

احرام سے پہلے

1۔ بہتر یہ ہے کہ عازم حج وعمرہ، خواہ عورت ماہواری یا زچگی کے ایام میں ہی کیوں نہ ہو، احرام سے پہلے غسل کرلے۔

2۔ اس کے بعد اپنی مرضی کے مطابق لباس پہنے۔ بشرطیکہ وہ جسم کے اعضاء کے مطابق سلا ہوا نہ ہو۔ اسی کو فقہاء اَن سِلا لباس کہتے ہیں۔ لہٰذا مرد چادر اور تہبند وغیرہ پہن لے۔ اسی طرح جوتا بھی پہن لے۔ ہر وہ جوتا پہننا جائز ہے جو پاؤں کو تحفظ دے اور ٹخنے نہ ڈھکے۔

3۔ ٹوپی اور پگڑی وغیرہ ایسی چیز نہ پہنے جس کا براہ راست سر سے تعلق ہو۔

یہ تو ہے مرد کا لباس، لیکن جہاں تک عورت کا تعلق ہے وہ اپنے شرعی لباس میں سے کوئی اور چیز نہ اتارے۔ تاہم چہرے پر نقاب ، برقعہ اور رومال وغیرہ نہ باندھے اور نہ دستانے پہنے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

"محرم قمیص، پگڑی، چوغہ، شلوار اور زعفران و ورس لگا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا اور نہ ہی موزے پہن سکتا ہے۔ البتہ اگر جوتا دستیاب نہ ہو تو موزے پہنے جا سکتے ہیں"۔[۸]

"مُحرِم عورت، نہ نقاب پہنے اور نہ دستانے پہنے"۔[۹]

---

[۸] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ٹخنوں سے اوپر والا حصہ کاٹنا ضروری نہیں کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے پہل کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں میدان عرفات میں آپ نے اس شخص کو شلوار اور موزے پہننے کی اجازت دے دی تھی جسے تہبند اور جوتا میسر نہ ہو۔ علماء کے دو مختلف نظریوں میں سے صحیح ترین نظریہ یہی ہے"۔

[۹] صحیح بخاری: كتاب جزاء الصيد، باب ماينهى من الطيب للمحرم والمحرمة .[حديث:۱۸۳۸]

عورت اپنا چہرہ ڈھکنے کے لئے دوپٹہ یا چادر اپنے سر کے اوپر سے اپنے چہرے پر لٹکا سکتی ہے۔ راجح نظریہ کے مطابق چہرے پر کپڑا لگنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ تاہم (مستقل پردے کی حیثیت سے) چہرے پر باندھ نہیں سکتی۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

4۔ میقات (یعنی مقررہ جگہ) سے پہلے، حتیٰ کہ گھر سے بھی، احرام پہنا جا سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ اس میں بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرنے والے حجاج کے لئے آسانی بھی ہے۔ کیوں کہ وہ میقات کے عین موقعہ پر احرام نہیں پہن سکتے۔ لہٰذا وہ لباس احرام میں جہاز پر سوار ہو سکتے ہیں۔ تاہم انہیں چاہیے کہ وہ میقات پر پہنچنے سے کچھ دیر پہلے حالتِ احرام اختیار کر لیں۔ تاکہ کہیں وہ میقات سے اِحرام کی نیت کے بغیر نہ گزر جائیں۔

5۔ مرد اپنی پسند کی کوئی خوشبو لگا لیں، بشرطیکہ وہ رنگین نہ ہو، البتہ عورتوں کو اس کی اجازت نہیں۔ کیونکہ ان کے لئے رنگ دار بلا خوشبو چیز ہی لگانا جائز ہے۔ نیز یہ بھی میقات پر پہنچ کر احرام کی نیت کرنے سے پہلے پہلے ہے۔ اس

کے بعد سب کے لیے حرام ہے۔

احرام اور اس کی نیت

6۔ میقات پر پہنچنے کے بعد حالت احرام میں آنا فرض ہے اور اس کے لئے دل میں پہلے سے موجود حج کا قصد وارادہ ناکافی ہے۔ کیونکہ ارادہ تو شہر سے نکلتے وقت بھی موجود تھا۔ بلکہ زبان اور عمل کے ساتھ مُحرِم ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جب حاجی اِحرام کی نیت سے تَلْبِیَہ (لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ.................) کہے گا تو وہ مُحرِم ہو جائے گا۔

7۔ تَلْبِیَہ سے پہلے کسی قسم کے الفاظ، مثلاً اے اللہ! میں حج / عمرہ کرنا چاہتا ہوں اسے میرے لئے آسان کر اور قبول فرما وغیرہ، ادا نہ کیے جائیں۔ کیوں کہ یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں، اس کی حیثیت بعینہ وضوء، نماز اور روزے سے پہلے نیت باللفظ کرنے کی سی ہے اور یہ سب بعد کی پیداوار ہیں۔ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا مشہور ارشاد گرامی ہے:

"........دین میں ہر نو پیدا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ ہر

گمراہی کا انجام دوزخ کی آگ ہے"۔

میقات (احرام پہننے کی مقررہ جگہ)

8۔ میقات پانچ ہیں:

1. ذُوْ الْحُلَیْفَه 2. جُحْفَه

3. قَرْنُ الْمَنَازِل 4. یَلَمْلَمْ

5. ذاتِ عِرق

یہ میقات یہاں رہنے والوں اور یہاں سے یا ان کے برابر سے حج رعمرہ کی نیت سے گزرنے والوں کے لئے ہیں۔ جو لوگ ان سے آگے مکہ کی طرف رہتے ہیں ان کی احرام گاہ ان کے گھر ہی ہیں۔ یہاں تک کہ اہل مکہ، مکہ مکرمہ ہی سے اِحرام پہنیں گے۔

ذُوالحُلَیفَہ:

یہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے بارہ کلومیٹر کے فاصلہ پہ ایک بستی ہے اور یہ مکہ مکرمہ سے تمام میقاتوں سے زیادہ دور ہے۔ مکہ مکرمہ اور

اس کے درمیان چار سو بیس کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ یہاں سے مکہ مکرمہ کو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بقول کئی راستے جاتے ہیں۔ اسے وادی عقیق کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور یہاں کی مسجد کو ''مسجد شجرہ'' کہتے ہیں۔ یہاں ایک کنواں ہے جسے ناواقف لوگ ''چاہِ علی'' کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہاں جنوں کو قتل کیا تھا اور یہ سفید جھوٹ ہے۔

جُحفہ:

یہ بھی ایک بستی ہے۔ اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین مراحل (186 کلومیٹر) کا فاصلہ ہے۔ یہ شام اور مصر والوں کا میقات ہے۔ ایک دوسرے راستے سے یہ اہل مدینہ کا بھی میقات ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ میقات شام، مصر اور مغرب کی سمت سے آنے والے تمام عازمین حج /عمرہ کے لئے ہیں۔ یہ آج کل بے آباد ہے۔ لہٰذا لوگ اس سے پہلے ہی ''رَابغ'' نامی جگہ سے احرام پہن لیتے ہیں ۔

قرنِ منازل:

اسے قرنِ ثعالِب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے 78 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور یہ اہل نجد کا میقات ہے۔ اسے آج کل سیلِ کبیر کہا جاتا ہے۔

یَلَمْلَم:

یہ مکہ مکرمہ سے 120 کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ اہل یمن کا میقات ہے☆۔

ذاتِ عرق:

یہ جنگل میں واقع ایک جگہ ہے اور نجد وتہامہ کے درمیان حدِّ فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان 100 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ یہ عراق والوں کا میقات ہے۔

☆ ہندوستان اور پاکستان کی طرف سے جانے والوں کا بھی یہی میقات ہے۔ (مترجم)

حج تمتع کے متعلق رسول اللہ کا فرمان:

9۔ احرام کی نیت کے وقت اگر قارِن (یعنی حج اور عمرہ اکٹھا کرنے والا) ہو اور جانور ساتھ لا رہا ہو تو یہ الفاظ کہے:

"لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ"۔

"میں حاضر ہوں، اے اللہ! حج وعمرہ کی نیت ہے"۔

اور اگر قربانی ساتھ نہ لایا ہو، افضل طریقہ بھی یہی ہے، تو بہر صورت صرف عمرے کا نام لے کر لبیک کہے گا اور الفاظ یہ ہوں گے:

"لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ بِعُمْرَةٍ"۔

"میں حاضر ہوں، اے اللہ! عمرے کا ارادہ ہے"۔

اگر حجِ مُفرَد کا نام لے کر لبیک کہہ چکا ہو تو اسے کالعدم قرار دے کر عمرے میں تبدیل کرے گا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہی حکم ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ملاحظہ ہو:

"دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"۔

"قیامت تک عمرہ حج میں شامل ہو گیا ہے"۔

یہ کہتے ہوئے آپ نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا۔

نیز آپ کا فرمان ہے:

"يَا آلَ مُحَمَّدٍ! مَنْ حَجَّ مِنْكُمْ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فِي حَجَّةٍ"۔[۱۰]

"اے آلِ محمد! تم میں سے جو شخص حج کرے اسے عمرہ بمعہ حج کا احرام پہننا ہوگا"۔

اس کا نام حج تمتّع (یعنی عمرے اور حج کے درمیان احرام کی پابندیاں نہ ہونے سے فائدہ اٹھانا) ہے۔

شرط بندی:

اگر بیماری یا جنگ جیسے کسی عارضے کا اندیشہ ہو تو مُحرِم مشروط طور پر بھی لبیک کہہ کر نیت کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں تعلیم نبوی کے مطابق یہ الفاظ ادا کرے:

---

[۱۰] مسند احمد [حدیث ۲۶۶۹۳] ج ۶ ص ۳۱۷۔ صحیح ابن حبان: کتاب الحج 'باب التمتع. [حدیث ۳۹۲۰]

"اَللّٰھُمَّ مَحِلِّی حَیْثُ حَبَسْتَنِی"۔ [۱۱]

"اے اللہ! جہاں تو مجھے روک دے گا وہاں میری آزادگاہ ہوگی"۔

اگر کوئی شخص مشروط احرام پہنے، پھر اسے بیماری یا کوئی مجبوری لاحق ہوجائے تو وہ اپنے حج رعمرہ سے آزاد ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں نہ اس پر کوئی ہرجانہ عائد ہوگا اور نہ ہی اس پر آئندہ سال حج فرض ہوگا۔ البتہ اگر وہ فرض حج کے لئے جارہا تھا تو اس کی قضا ضروری ہوگی۔

11۔ اِحرام کی کوئی مخصوص نماز نہیں ہے۔ البتہ اگر اِحرام سے پہلے کسی نماز کا وقت ہوجائے تو پہلے نماز پڑھ لے پھر احرام کی نیت کرے۔ یہ اسوہ رسول ﷺ بھی ہے۔ کیوں کہ آپ نے نماز ظہر کے بعد احرام پہنا تھا۔

وادی عقیق میں نماز پڑھنا:

12۔ جن حجاج کا میقات ذُوالْحُلَیْفَہ ہو (یعنی وہ مدینہ منورہ

[۱۱] صحیح مسلم: کتاب الحج، باب جواز اشتراط المحرم التحلل بعذر۔ [حدیث ۱۲۰۷]

کی طرف سے آرہے ہوں) ان کے لئے وادی عقیق میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔ یہ نماز احرام کی وجہ سے نہیں بلکہ جگہ کی خصوصیت اور برکت کے باعث ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی الله عنه سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ وادی عقیق میں فرما رہے تھے:

"آج رات میرے پروردگار کی طرف سے آنے والے نے آکر مجھے کہا ہے کہ اس بابرکت وادی میں نماز پڑھیں اور عمرہ مع حج کی صدادیں"۔

حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے متعلق روایت کیا ہے کہ:

"جب آپ ذوالحلیفہ میں شکمِ وادی میں خیمہ زن تھے آپ کو خواب میں کہا گیا کہ آپ ایک بابرکت وادی میں (مقیم) ہیں"۔[۱۲]

---

[۱۲] صحیح بخاری: كتاب الحج ، باب قول النبي ﷺ "العقيق وادٍ مُبارك". [حديث ١٥٣٤]

بلند آواز سے لَبَّیک کا ورد کرنا

13۔ (میقات سے روانگی کے وقت) قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو جائے [۱۳] اور عمرہ یا حج یا حج مع عمرہ کا نام لے کر (نمبر ۹ میں) بیان کردہ طریقے کے مطابق لَبَّیک کہے اور یہ الفاظ بھی ادا کرے:

"اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ حَجَّةٌ لَا رِيَاءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةَ"۔ [۱۴]

"اے اللہ! یہ ریاو نمود اور شہرت سے پاک حج ہے"۔

14۔ نبی کریم ﷺ کے تلبیہ والے الفاظ ادا کیئے جانے چاہئیں۔ (اور وہ دو طرح ہیں)

أ۔ "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ"۔

---

[۱۳] صحیح بخاری: كتاب الحج، باب الاهلال مستقبل القبلة . میں معلق روایت ہے۔ (حدیث ۱۵۵۳) اور بیہقی نے اسے متصل ذکر کیا ہے۔

[۱۴] اسے ضیاء مقدسی نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

"حاضر یا اللہ میں حاضر، تیرا کوئی شریک نہیں، میں بار بار حاضر، ہر قسم کی تعریف، نعمت اور بادشاہی تجھے ہی سزاوار ہے تیرا کوئی شریک نہیں"۔

آپ ان الفاظ میں کوئی اضافہ نہیں فرماتے تھے۔

ب۔ "لَبَّيْكَ إِلٰـهَ الحَقِّ"۔ "اے معبود برحق میں حاضر ہوں"۔

15۔ آپ ﷺ کے الفاظ کی پابندی کرنا افضل ہے۔ اگرچہ اضافہ کرنا بھی جائز ہے۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ کا اضافہ کرنے والوں کی توثیق فرمائی تھی:

"لَبَّيْكَ ذَا المَعَارِجْ ، لَبَّيْكَ ذَا الفَوَاضِلْ"۔

حضرت (عبد اللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا کرتے تھے:

"لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالعَمَلْ"۔[۱۵]

---

[۱۵] صحیح مسلم: كتاب الحج ، باب التلبية، وصفتها ووقتها. [حديث:١١٨٤]

16۔ تلبیہ بآواز بلند کہا جانا چاہئے کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جبرائیل علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے اصحاب ورفقاء کو بآواز بلند تلبیہ کہنے کا حکم دوں''۔ [۱۶]

نیز آپ کا ارشاد ہے:

''افضل حج وہ ہے جس میں بلند آواز سے تلبیہ ہو اور کثرت سے قربانیاں ہوں''۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دورانِ حج بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔ ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ ''رَوْحاءَ'' پہنچنے سے پہلے صحابہ کرام کی آوازوں سے فضا گونج اٹھتی تھی۔ [۱۷]

---

[۱۶] سنن ترمذی: کتاب الحج، باب ماجاء فی رفع الصوت بالتلبیة. [حدیث: ۸۲۹] ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

[۱۷] محلّٰی ص۹۴/ج ۷ میں ہے کہ اسے سعید بن منصور نے اچھی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فتح الباری ص۳۲۴/ج ۳ میں ہے کہ اسے ابن ابی شیبہ نے مطلب بن عبداللہ سے صحیح سند کے ساتھ مرسل روایت کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دورا ہے سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ وہ لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کر رہے ہیں''۔[۱۸]

لبیک کہنے میں مرد اور عورت برابر ہیں کیوں کہ مذکورہ بالا دونوں حدیثیں عام ہیں۔لہٰذا عورتیں آواز بلند کرسکتی ہیں بشرطیکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی آواز اس قدر بلند کرتیں کہ وہ مَردوں کو سنائی دیتی۔ حضرت عطیہؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لَبَّیْك کہنے کا انداز بخوبی معلوم ہے''۔

(عطیہ کہتے ہیں کہ) پھر میں نے انہیں ''لَبَّیْكَ اللّٰھم لبیك

---

[۱۸] صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السماوات وفرض الصلوات. [حدیث:۱۶۶] اور تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو السلسلۃ الصحیحہ (حدیث نمبر:۲۰۲۳)۔



نام کتاب	:	مناسک حج وعمرہ (کتاب وسنت کی روشنی میں)
مولف	:	محدث العصر شیخ محمد ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)
مترجم	:	ڈاکٹر عبدالرحمن یوسف
صفحات	:	۱۰۸
ناشر	:	مرکز عمر بن عبدالعزیز ڈیفنس، کراچی

.... کہتے ہوئے سنا"۔[۱۹]

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دس ذوالحجہ کو واپس ہوئے تو انہوں نے تلبیہ کی آواز سن کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟۔ انہیں بتلایا گیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تنعیم سے عمرہ کے لئے آرہی ہیں۔ جب یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ مجھ سے پوچھتے تو میں خود انہیں بتاتی۔[۲۰]

18۔ حجاج کرام لَبَّیْكَ کا وِرد پابندی سے کریں۔ کیوں کہ یہ حج کی نشانیوں میں سے ہے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "لبیک کہنے والے کے ساتھ تمام حجر وشجر تا حد زمین دائیں بائیں ہر طرف سے لَبَّیک کہتے ہیں"۔[۲۱]

---

[۱۹] صحیح بخاری: كتاب الحج، باب التلبية .[حديث : ١٥٥٠]

[۲۰] محلّی ص ۹۴،۹۵ ج ۷ کے مطابق اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عورت اس قدر آواز بلند کرسکتی ہے کہ وہ اس کی رفقاء کو سنائی دے"۔

[۲۱] صحیح ابن خزیمہ: كتاب الحج، باب ذكر تلبية الأشجار والأحجار.[حديث :٢٦٣٤]

بالخصوص جب بلندی پر چڑھنا ہو یا ڈھلوان میں اترنا ہو (تو اس کی پابندی کریں) کیوں کہ ابھی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ:

"گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوراہے سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محو راز ہیں"۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "گویا میں انہیں ڈھلوان میں اترتے ہوئے لَبَّيْك کہتے دیکھ رہا ہوں"۔[۲۲]

19۔ لَبَّيْك کے ساتھ کلمہ توحید بھی ملایا جا سکتا ہے۔ حضرت (عبد اللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا۔ آپ بڑے جمرہ (ستون) کو رمی کرنے (یعنی کنکریاں مارنے) تک لَبَّيْك کہتے رہے اور بسا اوقات کلمہ توحید کو ساتھ ملا لیتے"[۲۳]

---

[۲۲] صحیح بخاری: کتاب الحج، باب التلبية اذا انحدر فی الوادی.
[حدیث:۱۵۵۵]

[۲۳] مسند احمد [حدیث:۳۹۶۱] ص ۴۱۷ ج ۱۔ حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

20۔ حرم مکی پہنچنے پر جب مکہ مکرمہ کے در و دیوار پر نگاہ پڑے تو لَبَّیْک کہنا ترک کر دے تاکہ اسے مندرجہ ذیل کاموں کے لئے فراغت مل سکے:[۲۴]

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا غسل

21۔ مکہ مکرمہ میں سنت نبوی کے مطابق دن کے وقت داخل ہونا چاہیے۔ داخل ہونے سے پہلے جو شخص نہا سکتا ہو نہا لے۔[۲۵]

22۔ مکہ مکرمہ میں بالائی جانب سے داخل ہونا چاہیے جہاں آج کل ''باب معلاۃ'' ہے کیوں کہ آپ ﷺ بالائی دوراہے ''ثَنِیَّہ کَدَاء'' سے داخل ہوئے تھے[۲۶] جو قبرستان کی بالائی جانب ہے۔ آپ ﷺ مسجد (حرام) میں ''باب بنی شیبہ'' سے داخل ہوئے تھے۔ حجر اسود کی طرف جانے کے لئے نزدیک ترین راستہ بھی یہی ہے۔

---

[۲۴] صحیح بخاری: کتاب الحج، باب الاهلال مستقبل القبلة.[حدیث : ۱۵۵۳]

[۲۵] صحیح بخاری: کتاب الحج، باب الاغتسال عند دخول مكة.[حدیث :۱۵۷۳]

[۲۶] صحیح بخاری: کتاب الحج، با ب من أین یدخل مكة .[حدیث :۱۵۷۵]

23۔ حجاج جس راستے سے چاہیں آسکتے ہیں کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "مکہ مکرمہ کی ہر گلی راستہ اور قربان گاہ ہے"۔ ایک دوسری حدیث اس طرح ہے کہ "پورا مکہ مکرمہ راستہ ہے۔ کسی بھی جگہ سے آیا اور جایا جاسکتا ہے"۔[۲۷]

24۔ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دایاں پاؤں پہلے رکھنا[۲۸] اور یہ دعا پڑھنا نہ بھولیں "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَلِّم ، اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ "۔ یا یہ دعا پڑھ لیں۔

"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ، وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْم، وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْم ، مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم"۔ [۲۹]

25۔ اگر چاہے تو کعبہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھالے یہ حضرت (عبداللہ) ابن

---

[۲۷] اسے فاکہی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (مصنف)

[۲۸] سلسلہ احادیث صحیحہ (حدیث ۲۴۷۸) میں مصنف نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

[۲۹] سنن ابوداؤد: کتاب الصلاۃ باب فیما یقوله الرجل عند دخوله المسجد (حدیث ٤٦٦)

عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔[۳۰]

26۔ اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مخصوص دعا ثابت نہیں ہے۔ لہذا حاجی جو دعا پڑھ سکتا ہو پڑھ لے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا پڑھ لی جائے تو بہتر ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ"۔

کیوں کہ یہ دعا ان سے ثابت ہے۔[۳۱]

طواف زیارت

27۔ اس کے بعد حجر اسود کی طرف جائے، اس کی طرف رخ کر کے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہے۔ اس سے پہلے "بِسْمِ اللّٰہ" پڑھنا حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی

---

[۳۰] اسے ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ ان سے موقوف روایت کیا ہے۔ جب کہ دیگر محدثین نے اسے ضعیف سند کے ساتھ مرفوع بیان کیا ہے۔ (مصنف)

[۳۱] سنن کبریٰ بیہقی: ص ۷۲، ج ۵۔ اس کی سند حسن ہے۔ (مصنف)۔

اللہ عنہ کے قول کے طور پر ثابت ہے۔ اسے مرفوع بیان کرنے والوں کو مغالطہ ہوا ہے۔

28۔ حجر اسود پر ہاتھ پھیرے اور منہ کے ساتھ اسے بوسہ دے اور اس پر سجدہ بھی کرے۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت عمر اور حضرت (عبداللہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسے ہی کیا تھا۔[۳۲]

29۔ اگر اسے بوسہ نہ دے سکتا ہو تو اس پر ہاتھ پھیرے اور ہاتھ کو بوسہ دے دے۔

30۔ اگر ہاتھ بھی نہ پھیر سکتا ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر دے۔

31۔ حجر اسود پر رش کا باعث نہ بنے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت

---

[۳۲] "المناسک والزیارات" کے حاشیے میں فاضل دوست نے کہا ہے کہ یہ بات نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ جب کہ انہیں مغالطہ ہو گیا ہے۔ میں نے ارواء الغلیل (۱۱۱۲) میں اس کے درست ہونے کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے۔ الحمد للہ اب وہ طبع ہو چکی ہے۔ (مصنف)

عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: ''اے عمر! تم طاقت ور آدمی ہو۔ لہٰذا جب تم حجرِ اسود کا استلام کرنا (یعنی اسے بوسہ دینا یا اس پر ہاتھ پھیرنا) چاہو تو کسی کمزور کو تکلیف نہ دینا۔ اگر خالی جگہ مل جائے تو بہتر ورنہ اس کی طرف منہ کر کے ''اَللّٰہُ اَکْبَر'' کہہ دینا''۔[۳۳]

حجرِ اسود کی فضیلت:

33۔ حجر اسود کو اِستلام کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ آں حضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو دو آنکھیں اور زبان دے کر بھیجے گا اور وہ صدق دل کے ساتھ استلام کرنے والوں کے حق میں گواہی دے گا''۔[۳۴]

---

[۳۳] مسند احمد: [حدیث: ۱۹۰] ص ۲۸ ر ج ۱۔ مصنف نے اس حدیث کو قوی قرار دیا ہے۔

[۳۴] صحیح ابن خزیمہ: کتاب الحج، باب فضل استلام الرکنین. [حدیث: ۲۷۲۹]

نیز فرمایا: ''حجر اسود اور رکن یمانی کو ہاتھ لگانا گناہوں کو ختم کر دیتا ہے[۳۵]

''حجر اسود جنت سے اترا ہے اور یہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا۔

لوگوں کی غلط کاریوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے''۔[۳۶]

طواف کا طریقہ:

34۔ اس کے بعد کعبہ کو اپنی بائیں جانب رکھتے ہوئے اس کا طواف کرے۔ حَطِیم (یعنی کعبہ کا وہ حصہ جس پر چھت نہیں ہے) کے اوپر سے گزر کر سات چکر لگائے۔ حجر اسود سے حجر اسود تک ایک چکر (بنتا) ہے۔ان سب۔ چکروں میں اِضطِبَاع کرے.(یعنی اوپر والی چادر کو دائیں بغل سے گزار کر اس کے دامن کو بائیں کندھے کے اوپر رکھے اور دایاں کندھا برہنہ رکھے) پہلے

---

[۳۵] جامع ترمذی: كتاب الحج ، باب ماجاء فى الحجر الأسود . [حديث:۹٦۱] صحیح ابن خزیمہ: كتاب المناسك ۔باب ذكر صفة الحجر يوم القيامة [حديث:۲۷۳۵] ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

[۳٦] جامع ترمذی: كتاب الحج'باب ماجاء فى فضل الحجر الا سود والركن والمقام [حديث :۸۷۷] اورصحيح ابن خزيمه كتاب المناسك' باب ذكر العلة التى من سببها اسودّالحجر [حديث :۲۷۳۳]

تین چکروں میں حجر اسود سے رکن یمانی تک رَمل کرے (یعنی نزدیک نزدیک قدم رکھ کر تیز چلے) اور باقی میں معمول کے مطابق چلے۔

35۔ ہر چکر میں رکن یمانی پر ہاتھ پھیرے اور اسے بوسہ نہ دے۔ اگر ہاتھ نہ پھیر سکتا ہو تو اس کی طرف اشارہ بھی نہ کرے۔

36۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے:

"رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً"۔ [۳۷]

37۔ باقی دونوں شامی کونوں کو ہاتھ نہ لگائے۔ اسی میں نبی کریم ﷺ کی اتباع ہے۔[۳۸]

---

[۳۷] سنن ابوداؤد: کتاب المناسك ، باب الدعاء فی الطواف [حدیث:۱۸۹۲]

[۳۸] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "استلام" ہاتھ پھیرنے کو کہتے ہیں۔ تمام ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ بیت اللہ کی دیگر تمام اطراف، مقام، روئے زمین پر پائی جانے والی باقی تمام مساجد اور ان کی دیواریں، انبیاء وصالحین کی قبریں' مثلاً ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کا حجرہ، غار ابراہیم، نبی کریم ﷺ کی جائے نماز اور صخرہ بیت المقدس وغیرہ کو نہ استلام کیا جائے اور نہ ہی انہیں بوسہ دیا جائے۔ ان کا طواف کرنا تو اور بھی بڑی بدعت ہے۔ جو شخص عبادت سمجھ کر ایسا کرے اس سے توبہ کرائی جائے اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے"۔ =

حجر اسود اور دروازے کے درمیان چمٹنا:

38۔ حاجی کو چاہیئے کہ وہ حجر اسود اور دروازے کے درمیان چمٹ جائے۔ اپنا سینہ، چہرا اور کلائیاں اس پر لگا دے۔[۳۹]

39۔ طواف کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں ہے لہٰذا تلاوت قرآن مجید یا کوئی دعا اپنی مرضی سے کی جاسکتی ہے۔ آں حضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

= عبد الرزاق (۸۹۴۵)، احمد اور بیہقی نے یعلی بن امیہ کے حوالے سے کیا ہی خوب روایت کیا ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا۔ جب حجر اسود سے متصل دروازے والے کونے پر پہنچا اور میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر استلام کروانا چاہا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ میں نے کہا: کیا تھا۔ وہ فرمانے لگے: کیا تم نے انہیں اس کا استلام کرتے دیکھا؟ میں نے کہا نہیں! تو انہوں نے فرمایا: پھر اس سے اجتناب کیجئے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ ہی تمہارے لئے نمونہ ہیں۔

[۳۹] یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے دو سندوں کے ساتھ بیان ہوئی ہے، اس طرح یہ حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک =

''بیت اللہ کا طواف نماز کی حیثیت رکھتا ہے البتہ اس کے دوران بات کرنا جائز ہے۔ جو شخص بات کرنا چاہے بھلائی ہی کی بات کرے''۔

= جماعت کا عمل اسے مزید تقویت دیتا ہے۔ جن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ دروازے اور حجر اسود کے درمیان ملتزم (چمٹنے جگہ) ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عروہ بن زبیر کا عمل بھی اسی طرح ثابت ہے۔ اس کی تفصیل سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (حدیث نمبر ۲۱۳۸) میں موجود ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مناسک (ص ۳۸۷) میں فرماتے ہیں کہ اگر ملتزم کے پاس پہنچ کر، جو کہ حجر اسود اور دروازے کے درمیان والا حصہ ہے، اپنا سینہ، چہرا، ہاتھ اور کلائیاں اس کے اوپر لگا کر دعا کرنا چاہے اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

یہ کام طوافِ وداع سے پہلے بھی کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ چمٹنا الوداعی موقعہ پر یا کسی اور موقعہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی ایسے کر لیا کرتے تھے۔

نیز اگر دروازے کے پاس کھڑا ہو کر بیت اللہ سے چمٹ کر دعا کرے تو یہ بھی خوب ہے۔ لیکن جب فارغ ہو تو نہ ٹھہرے اور نہ جھانکتا رہے اور نہ ہی الٹے پاؤں چلے۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ:

''اس کے دوران باتیں کم کیا کرو''۔[۴۰]

ماہواری کی حالت میں عورت طواف نہ کرے:

40۔ برہنہ آدمی یا حائضہ عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتے۔ آں حضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''برہنہ شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے''۔[۴۱]

نیز آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر، جب وہ عمرہ کے لئے آئیں، ارشاد فرمایا تھا:

---

[۴۰] جامع ترمذی: کتاب الحج، باب ماجاء فی الکلام فی الطواف [حدیث: ۹۶۰] صحیح ابن خزیمہ: کتاب المناسک 'باب الرخصة فی التکلم بالخیر فی الطواف [حدیث:۲۷۳۹] حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ مصنف نے بھی ارواء الغلیل (۱۲۱) میں سیر حاصل بحث کے بعد اسے صحیح قرار دیا ہے۔

[۴۱] صحیح بخاری: کتاب الحج، باب لایطوف بالبیت عریان. [حدیث: ۱۶۲۲]

''سب کام ایک عام حاجی کی طرح کرو۔ لیکن پاک ہونے سے پہلے بیت اللہ کا طواف نہ کرنا''۔ [۴۲]

41۔ ساتواں چکر مکمل ہونے پر کندھا ڈھک لے اور مقام ابراہیم کے پاس پہنچ کر یہ آیت پڑھے:

﴿ اِتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾ ۔[البقرہ: 125]

''مقام ابراہیم کو نماز گاہ بناؤ''۔

42۔ مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان لا کر دو رکعت نماز پڑھے۔

43۔ ان دو رکعتوں میں ﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ اور ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد ﴾ تلاوت کرے۔

44۔ یہاں بھی نہ تو خود کسی نمازی کے سامنے سے گزرے اور نہ ہی کسی کو دوران نماز اپنے سامنے سے گزرنے دے۔ [۴۳] کیوں کہ اس سے منع

---

[۴۲] صحیح بخاری: كتاب الحج، باب تقضي الحائض المناسك كلها الا الطواف بالبيت. [حديث: ١٦٥٠]

[۴۳] تفصیل کے لئے مقدمہ ملاحظہ ہو۔

کرنے والی احادیث عام ہیں ۔ مسجد حرام یا پورے مکہ مکرمہ کا استثناء ثابت نہیں ہوسکا۔

آب زم زم کی فضیلت

45۔ نماز سے فراغت کے بعد چاہ زمزم کی طرف جائے اور آب زم زم پیئے اور اسے سر پر انڈیلے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"آب زم زم ہر مقصد (کے حصول) کے لئے پیا جاسکتا ہے"۔[۴۴]

نیز فرمایا:

"یہ بابرکت (پانی) ہے۔ بھوکے کے لئے کھانا ہے اور بیمار کا علاج ہے"۔[۴۵]

مزید فرمایا:

"روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آبِ زم زم ہے اس میں

---

[۴۴] مسند احمد: [حدیث: ۱۴۸۴۰]ص ۳۵۷ رج ۳۔ محدثین کی ایک جماعت نے اسے صحیح کہا ہے۔ تفصیل کیلئے ارواء الغلیل (۱۱۲۳) ملاحظہ ہو۔

[۴۵] مسند طیالسی: (۴۵۷)۔ مصنف نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

بھوک (والے) کے لئے کھانا اور بیماری کا علاج ہے"۔[۴۶]

46۔ پھر حجرِ اسود کی طرف واپس آ کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اس کا اِستلام کرے (یعنی اسے بوسہ دے یا اس پر ہاتھ پھیرے)۔

صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنا

47۔ پھر صفا ومروہ کے درمیان دوڑنے کے لئے انہی قدموں پر واپس آجائے۔ صفا کے نزدیک آ کر یہ آیت مبارکہ پڑھے۔

﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة:۱۵۸]

"بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، کوئی حرج نہیں کہ وہ ان دونوں

---

[۴۶] معجم اوسط طبرانی: [حدیث: ۳۹۱۲] ص ۱۴۰ ج ۳۔ ط دار الفکر عمان، مصنف نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

کا چکر لگائے۔ اور جو شخص رضا ورغبت سے نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ قدردان ہے، جاننے والا ہے"۔

اور یہ الفاظ کہے:

"نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ "۔ (ہم وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا)

48۔ صفا سے شروع کرے اور اس پر اتنی بلندی پر چڑھے کہ کعبہ نظر آنے لگے۔[۴۷]

49۔ قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی کا اقرار کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔

" اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ"

"لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ

---

[۴۷] کعبۃ اللہ کو صفا سے دیکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ البتہ مسجد کی دوسری منزل کے ستونوں کے درمیان سے اسے دیکھا جا سکتا ہے لہٰذا اگر دیکھا جا سکے تو بہتر ہے ورنہ کوئی حرج نہیں۔

يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ".

"لَا إِلٰــــهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ".

آخری دعا تین مرتبہ پڑھے اور اس دوران دعا بھی کرے۔[۴۸]

50۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے (یعنی دوڑنے) کے لئے نیچے اترے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"دوڑو، اللہ تعالیٰ نے تم پر دوڑنا فرض کیا ہے"۔[۴۹]

51۔ دائیں اور بائیں جانب لگے ہوئے (سبز) نشان تک معمول کی رفتار سے چلے۔ یہ نشان سبز پٹی کے نام سے مشہور ہے۔ پھر وہاں سے بعد والے دوسرے نشان تک تیز دوڑے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں یہاں گہری ندی تھی

---

[۴۸] یعنی توحید کے ورد کے درمیان دنیا و آخرت کی جو چاہے دعا کرے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ اور اسلاف میں سے کسی سے ثابت شدہ دعا کرنا افضل ہے۔

[۴۹] مسند احمد: [حدیث: ۲۷۳۶۸] ص ۴۲۱/ج ۶، مصنف نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اور اس میں باریک کنکریاں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''ندی کو دوڑ کر ہی عبور کیا جائے''۔[۵۰]

پھر سیدھا بالائی جانب چلتا جائے اور مَرْوَہ تک پہنچنے کے بعد اس کی چوٹی پر چڑھ جائے۔ یہاں بھی قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور توحید کا وِرد اور دعا وغیرہ وہ سب کام کرے جو اس نے صفا پر کیے تھے۔ یہ ایک چکر شمار ہوگا۔

52۔ پھر واپس آ کر صفا پر چڑھے۔ چلنے کی جگہ چلے اور دوڑنے کی جگہ دوڑے۔ یہ دوسرا چکّر ہے۔

53۔ پھر مروہ کی طرف جائے۔ سات چکر مکمل ہونے تک اسی طرح کرتا رہے۔ آخری چکر مروہ پر ختم ہوگا۔

54۔ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سواری پر بیٹھ کر بھی چکر لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن پیدل چلنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ پسند کیا ہے۔[۵۱]

---

[۵۰] سنن نسائی: كتاب مناسك الحج، باب السعي في بطن المسيل [حدیث: ۲۹۸۰] اسے مصنف نے صحیح قرار دیا ہے۔

[۵۱] بقول مصنف، ابو نعیم نے اسے مستخرج علی صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے۔

55۔ اگر دوران سعی ان الفاظ میں دعا کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں:

"رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، اِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ"۔

"اے میرے رب! بخش دیں اور رحم فرمائیں کیوں کہ آپ بہت عزت والے اور بہت کرم والے ہیں"۔

یہ دعا تمام سلف صالحین سے ثابت ہے۔[۵۲]

56۔ ساتواں چکر مکمل ہونے کے بعد سر کے بال کٹوائے۔[۵۳] اس کے ساتھ ہی "عمرہ" مکمل ہو گیا اور احرام کی پابندیاں بھی ختم ہو گئیں۔

عمرہ کرنے کے بعد:

57۔ عمرہ کرنے کے بعد آٹھ ذوالحجہ تک اسی طرح (آزاد) حالت میں رہے۔

---

[۵۲] مصنف ابن ابی شیبہ [حدیث :۱۵۵۶۰]ص۴۰۴ج۳/ط دار الکتب العلمیۃ۔ مصنف نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

[۵۳] اگر عمرہ اور حج کے دوران اتنا وقفہ ہو کہ بال بڑھ سکتے ہوں تو منڈوائے بھی جا سکتے ہیں۔ فتح الباری ص۴۴۴/ج۳۔

58۔ جس شخص نے احرام کے وقت نہ تو حج کے عمرے کی نیت کی ہو اور نہ ہی وہ قربانی ساتھ لایا ہو اسے بھی احرام اتار دینا چاہیے ۔ نبی کریم ﷺ کی اتباع اور آپ کی ناراضگی سے بچاؤ اسی میں ہے۔ البتہ جو شخص قربانی ساتھ لایا ہو وہ اپنے احرام ہی میں رہے گا اور قربانی کے دن سے پہلے آزاد نہیں ہوگا۔

یومِ تَرْوِیہ (8 ذوالحجہ) کو حج کا احرام پہننا

59(ا)۔ آٹھ ذوالحجہ کو احرام پہنے اور حج کا نام لے کر لَبَّیْک کہے، غسل، خوشبو، چادر اور تہبند کا پہننا وغیرہ وہ سب کام کرے جو اس نے عمرے کے احرام کے لئے میقات پر کیے تھے۔ تَلْبِیَہ (یعنی لبیک کہنا) شروع کر دے اور بڑے جمرہ کو رمی کرنے (یعنی کنکریاں مارنے) کے بعد تک مسلسل لَبَّیْک ..... کہتا رہے۔

59(ب)۔ احرام، اپنی رہائش گاہ سے پہنے۔ حتی کہ مکہ والے مکہ ہی سے پہنیں۔

60۔ اس کے بعد منیٰ میں پہنچ کر وہاں نماز ظہر پڑھے۔ وہیں رات بسر

کرے۔ پانچوں نمازیں وہیں پڑھے۔ قصر کرے (یعنی چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھے) لیکن جمع نہ کرے۔

میدان عرفات کی طرف روانگی

61۔ 9/ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد "لَبَّیْك" اور "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہتے ہوئے میدان عرفات کی طرف چل پڑے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دونوں طرح ہی کیا تھا۔ بعض "لَبَّیْك" کہتے تھے اور بعض "اَللّٰهُ اَكْبَر" ۔لیکن کسی کو منع نہ کیا جاتا۔[۵۴]

62۔ پھر "عُرَنَه" پہنچ کر رک جائے۔ یہ عرفات کے نزدیک ایک جگہ ہے، عرفات کا حصہ نہیں ہے۔ زوال سے پہلے تک یہیں ٹھہرا رہے۔

63۔ زوال آفتاب سے کچھ پہلے "عُرَنَه" کی طرف چل پڑے اور وہاں

---

[۵۴] صحیح بخاری: كتاب الحج، باب التلبية والتكبير اذا غدا من منى إلى عرفة. [حديث: ١٦٥٩]

بھی ٹھہرے [۵۵] ۔ یہ جگہ عرفات سے تھوڑا سا پہلے آتی ہے۔ یہاں امام لوگوں کو موقعہ ومحل کی مناسبت سے خطبہ دیتا ہے۔

64۔ اس کے بعد امام، لوگوں کو ظہر اور عصر کی نمازیں قصر اور جمع کراتے ہوئے ظہر کے وقت میں پڑھاتا ہے۔

65۔ دونوں نمازوں کے لئے ایک اذان اور دو تکبیریں کہی جاتی ہیں۔

66۔ دو نمازوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے۔[۵٦]

67۔ جو شخص امام کے ساتھ نمازیں نہ پڑھ سکے وہ اکیلا ہی پڑھ لے یا پھر

---

[۵۵] آج کل شدت ازدحام کے باعث یہ اور بعد والا قیام مشکل ہو گیا ہے۔ لہٰذا سیدھا ''عرفات'' چلے جانے میں کوئی حرج نہیں (مصنف)

[۵٦] اسی طرح، اس موقعہ پر اور باقی سفروں میں بھی (ان نمازوں کے ساتھ) اور ظہر اور عصر کے بعد بھی آپ ﷺ سے نفل (یعنی سنت) پڑھنا ثابت نہیں۔ بلکہ فجر کی دو سنتوں اور وتر کے علاوہ دیگر مسنونہ رکعتوں میں سے کچھ بھی پڑھنا آپ سے ثابت نہیں ہے۔

اپنے جیسے آس پاس کے لوگوں کے ساتھ مل کر باجماعت پڑھ لے۔[۵۷]

میدان عرفات میں قیام

68۔ اس کے بعد میدان عرفات میں چلا جائے اور اگر ہو سکے تو ''جبلِ رحمت'' کے دامن میں قیام کرے۔ وگرنہ پورے کا پورا میدان قیام گاہ ہے۔

69۔ قیام کے دوران قبلہ رخ رہے۔ ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرتا رہے اور لَبَّیك۔۔۔۔ کہتا رہے۔

70۔ جس قدر ہو سکے ''لَبَّیك '' کا وِرد کرے۔ یوم عرفات کی بہترین دعا یہی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے عرفات کی سہ پہر سب سے افضل دعا'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ ،

---

[۵۷] بخاری نے اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے: كتاب الحج، باب الجمع بين الصلاتين بعرفة. [حديث: ١٦٦٢]

وَلَهُ الحَمْدُ وَهُوَ عَلى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر "پڑھی ہے۔[۵۸]

71۔ اگر کبھی لبیک کہتے ہوئے "إِنَّمَا الْخَيْرُ خَيْرُ الآخِرَه " کا اضافہ کرے تو جائز ہے۔

72۔ عرفات کا قیام کرنے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔

73۔ اسی طرح ذکر کرتا رہے۔ لبیک کہتا رہے اور من پسند دعائیں کرتا رہے۔ امید کے اس عالم میں رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آزاد کردہ بندوں میں شامل کردے گا۔ جن کا نام وہ فرشتوں کے سامنے فخر ومباہات سے لیتا ہے۔ حدیث نبوی ہے کہ:

"یوم عرفات سے بڑھ کر کسی بھی روز اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے زیادہ آزادیاں نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نزدیک تر فرشتوں کے

---

[۵۸] مصنف نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔ اور اس کی کئی سندیں ہیں۔ ان سب کا تذکرہ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۱۵۰۳) میں موجود ہے۔

سامنے فخریہ انداز میں ان کا تذکرہ کرتا ہے اور فرماتا ہے: ''ان لوگوں کا منشا کیا ہے؟''۔[۵۹]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ، آسمان والوں کے سامنے اہل عرفات کا تذکرہ فخر ومباہات کے ساتھ کرتے ہوئے فرماتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو! کیسے گردآلود ہوکر خستہ حالت میں آئے ہیں''۔[۶۰]

غروبِ آفتاب تک اسی حالت میں رہے۔

---

[۵۹] صحیح مسلم: كتاب الحج ، باب فضل يوم عرفة .[حديث :۱۳۴۸]

[۶۰] مسند احمد: [حدیث :۸۰۴۷]ص ۳۰۵/ج ۲، محدثین کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(مصنف)

میدانِ عرفات سے روانگی

74۔ غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مُزدلِفہ کی طرف اطمینان اور سکون کے ساتھ روانہ ہو۔ لوگوں کو اپنی وجہ سے یا سواری کی وجہ سے بھیڑ میں مبتلا نہ کرے۔ اگر راستہ خالی ہو تو جلدی بھی کر سکتا ہے۔

75۔ مزدلفہ پہنچ کر اذان اور تکبیر کہے اور مغرب کی تین رکعت پڑھے۔ پھر اذان اور تکبیر کہے اور عشا کی نماز قصر کر کے پڑھے اور ان دونوں کو جمع کرے۔

76۔ اگر کسی ضرورت کے پیشِ نظر دونوں کے درمیان وقفہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

77۔ مغرب اور عشا کے درمیان بھی کچھ نہ پڑھے اور بعد میں بھی۔

78۔ پھر فجر تک سویا رہے۔

79۔ فجر ہوتے ہی اول وقت میں اذان اور تکبیر کہہ کر نماز فجر پڑھ لے۔

مزدلفہ میں نماز فجر

80۔ تمام حاجیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز فجر ''مزدلفہ'' ہی میں ادا کریں۔ البتہ بوڑھوں اور عورتوں کے لئے لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے آدھی رات کے بعد آنا جائز ہے۔

81۔ پھر مَشعرِ حرام (یہ مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے) کے پاس آئے۔ اس پر چڑھے۔ قبلہ رخ ہو کر اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اَللّٰہُ اَکْبَر اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد کرے اور جب تک خوب روشنی نہ ہو جائے دعا کرتا رہے۔

82۔ ''مزدلفہ'' سب کا سب موقف ہے۔ جہاں بھی قیام کر لیا جائے درست ہے۔

10 ذوالحجہ کی عبادات

83۔ پھر طلوع آفتاب سے پہلے لَبَّیْک... کہتے ہوئے اطمینان کے ساتھ ''منیٰ'' کو چلا جائے۔

84۔ '' بطنِ محسّر'' پہنچ کر، جو کہ منی میں داخل ہے، حتی الامکان تیز ہو جائے۔

85۔ اس کے بعد درمیانہ راستہ اختیار کرے یہ اسے ''جمرہ عقبہ'' (یعنی آخری ستون) تک لے جائے گا۔

رَمْی کرنا (کنکریاں مارنا)

86۔ ''جمرہ عقبہ'' جو سب سے آخری اور مکہ کے نزدیک ترین جمرہ (ستون) ہے۔ اسے مارنے کے لئے کنکریاں لے لے۔

87۔ جمرہ کی طرف اس طرح رخ کرے کہ ''مکہ مکرمہ'' بائیں طرف اور ''منیٰ'' دائیں طرف ہو۔

88۔ اسے، سفید چنے سے ذرا بڑی سات کنکریاں مارے۔

89۔ ہر کنکری کے ساتھ "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہے۔[۶۱]

90۔ آخری کنکری پر لَبَّيْك کہنا ختم کر دے۔[۶۲]

---

[۶۱] ''اللہ اکبر'' کے ساتھ "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوراً" کا اضافہ ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے "سلسلة الأحاديث الضعيفه" (حدیث نمبر ۱۱۰۷) ملاحظہ ہو۔

[۶۲] صحیح ابن خزیمہ: کتاب المناسك، باب قطع التلبيه اذا رمیٰ الحاج جمرة العقبه يوم النحر. [حدیث: ۲۸۸۷] ص ۱۳۵۸۔ ج ۲

91۔ حاجی خواہ عورتوں اور کمزور مردوں میں ہی کیوں نہ شامل ہو، جن کے لئے نصفِ شب کے بعد مزدلفہ سے روانگی جائز ہے، اسے طلوع آفتاب کے بعد رمی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مزدلفہ سے نصف شب کے بعد روانگی کا جواز اپنی جگہ ہے اور رمی کرنا اپنی جگہ۔ [۲۳]

92۔ اگر زوال سے پہلے تنگی محسوس کرے تو زوال کے بعد شام تک رمی کرسکتا ہے۔

93۔ جمرہ کوری کرنے کے بعد "میاں بیوی کے تعلق" کے علاوہ اس سے احرام کی ہر پابندی اٹھ جائے گی، اگرچہ قربانی بھی نہ کی ہو اور سر کے بال بھی نہ منڈوائے ہوں، لہٰذا وہ عام لباس پہن سکتا ہے اور خوشبو لگا سکتا ہے۔

94۔ لیکن اگر وہ اسی حالت میں رہنا چاہے تو اس کے لئے اسی دن "طوافِ افاضہ" کرنا ضروری ہے۔ وگرنہ اگر شام تک طواف نہ کرسکا تو پہلے کی طرح دوبارہ مُحرِم ہو جائے گا اور اسے عام لباس اتار کر احرام پہننا پڑے گا۔

---

[۲۳] تفصیل کے لئے میری اصل کتاب ملاحظہ ہو۔ (مصنف)

کیوں کہ آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''اس دن رَمْیِ جَمْرَہ کے بعد ہم بستری کے علاوہ سب کام تمہارے لئے جائز ہیں۔ البتہ اگر اس مقدس گھر کے طواف سے پہلے شام ہو گئی تو تم بعینہ اسی طرح محرم ہو جاؤ گے جیسے تم ''رَمْیِ جَمْرَہ'' سے پہلے تھے۔ اور طواف سے پہلے تک یہی حالت رہے گی۔ [۶۴]

---

[۶۴] یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ ایک جماعت نے، جن میں ابن قیم بھی شامل ہیں، اسے قوی قرار دیا ہے۔ سنن ابو داؤد کتاب المناسک 'باب الا فاضۃ فی الحج .

[حدیث:۱۹۹۹] میں، میں نے اس کی وضاحت کی ہے۔

اس کتابچہ کے عام ہونے سے پہلے چند اہل علم دوستوں نے اسے معلوم کرنے پر بڑے تعجب کا اظہار کیا۔ ان میں سے بعض نے اسے ابو داؤد کی سند کے پیش نظر ضعیف قرار دینے میں عجلت سے کام لیا (میں نے بذات خود بعض تالیفات میں اسے ضعیف قرار دیا تھا) حالاں کہ ابن قیم ''تہذیب السنن'' میں اور ابن حجر ''تلخیص الحبیر'' میں اس پر سکوت اختیار کر کے اسے قوی قرار دے چکے تھے۔ حال ہی میں مجھے اس کی ایک دوسری سند ملی ہے جسے معلوم کر کے ایک شخص، اس کے ضعیف نہ ہونے اور درجہ=



نام کتاب : مناسک حج وعمرہ (کتاب وسنت کی روشنی میں)

مولف : محدث العصر شیخ محمد ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

مترجم : ڈاکٹر عبدالرحمن یوسف

صفحات : ۱۰۸

ناشر : مرکز عمر بن عبدالعزیز ڈیفنس، کراچی

=صحت تک پہنچنے کا حتمی فیصلہ دے سکتا ہے۔ لیکن چوں کہ یہ ایک ایسی کتاب (معانی الآثار۔طحاوی) میں مذکور ہے جو اکثر لوگوں کے ہاں متداول نہیں ہے اس لئے یہ میری طرح ان کے نظروں سے اوجھل رہی اور انہوں نے اسے بنظر تعجب دیکھا اور اسے ضعیف کہنے میں عجلت کی۔ نیز اس معاملہ میں ان کا حوصلہ ان علماء نے بھی بڑھا دیا جنہوں نے کہا تھا کہ "میرے علم میں کوئی فقیہ اس کا قائل نہیں ہوا"۔ حالاں کہ یہ ایک نفی ہے جو عدم علم کا دوسرا نام ہے۔ جب کہ اہل علم جانتے ہیں کہ کسی چیز سے لاعلمی اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ لہٰذا جب آں حضرت ﷺ کی حدیث پایہ ثبوت کو پہنچ جائے اور ہو بھی اس طرح واضح تو اس پر عمل کرنا فوراً واجب ہو جاتا ہے۔ اہل علم کا موقف معلوم کرنے پر اسے موقوف قرار نہیں دیا جا سکتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حدیث ثابت ہوتے ہی قابل عمل ہو جاتی ہے، اگرچہ اس کا مصداق ائمہ کے ہاں پہلے سے رائج نہ بھی ہو۔ کیوں کہ حدیث رسول ﷺ بذات خود حجت ہے۔ اس کے بعد کسی دوسری چیز پر عمل کی گنجائش نہیں رہتی"۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث عمل فقہاء کی گواہی سے کہیں بلند و برتر ہے۔ کیوں کہ=

= یہ مستقل اور فیصلہ کن ذریعہ علم ہے۔ یہ محکوم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں تابعی جلیل عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ جیسے اہل علم کی ایک جماعت نے اسے حدیث پر عمل بھی کیا ہے۔ تو کیا اس کے بعد اس حدیث پر عمل پیرا ہونے میں کوئی عذر رہ جاتا ہے۔ ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ اس اجمال کی تفصیل محولہ بالا کتاب میں موجود ہے۔

حجاج کے لئے "جمرہ کی رمی" دیگر مسلمانوں کی نماز عید کے قائم مقام ہے۔ امام احمد نے اس بناپر اہل منی کے قربانی کے وقت کو دیگر شہروں میں نماز عید کے لئے مستحب سمجھا ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں نماز عید کے بعد خطبہ دینے کے معمول کے مطابق قربانی کے دن جمرہ عقبہ کو رمی کرنے کے بعد خطبہ دیا تھا۔ لہذا لفظی عموم یا قیاس آرائی کے بل بوتے منیٰ میں نماز عید کو مستحب قرار دینا غلطی اور سنت سے تغافل کا نتیجہ ہے۔ کیوں کہ منیٰ میں نہ تو نبی کریم ﷺ نے نماز عید پڑھی اور نہ آپ کے خلفاء نے۔

ملاحظہ ہو: فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۸۰ / ج ۲۶۔

قربانی

95۔ اس کے بعد ''منیٰ کی قربان گاہ'' میں پہنچ کر قربانی کرے۔ یہی سنت طریقہ ہے۔

96۔ البتہ ''منیٰ'' میں کسی دوسری جگہ یا مکہ مکرمہ میں قربانی کرنا جائز ضرور ہے۔ آں حضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''میں نے اس جگہ قربانی کی ہے۔ مکہ مکرمہ کی ہر گلی، راستہ اور قربان گاہ ہے۔ تم اپنے گھروں میں بھی قربانی کر سکتے ہو''۔ [۲۵]

97۔ اگر ہو سکے تو قربانی اپنے ہاتھ سے کرے اور سنت بھی یہی ہے۔ بصورت دیگر کسی دوسرے کو کہہ دے۔

---

[۲۵] اس حدیث میں جہاں حجاج کرام کے لئے بہت بڑی سہولت کارفرما ہے وہاں قربان گاہ میں قربانیوں کے متعفن ہو جانے کی پریشانی سے نجات کا سامان بھی ہے۔ نیز ارباب اختیار کے لئے قربانیوں کو مجبوراً دفن کرنے سے چھٹکارا بھی۔ تفصیل کے لئے اصل کتاب (حجۃ النبی) ملاحظہ ہو۔

98۔ قربانی کا جانور قبلہ رخ کرکے ذبح کیا جائے۔[٢٦] اسے بائیں پہلو پر لٹادیا جائے اور دائیں پہلو پر دایاں قدم رکھ دیا جائے۔[٢٧]

99۔ اونٹ کو، بایاں گھٹنا باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کرکے ذبح کرنا سنت

---

[٢٦] سنن کبری بیہقی (ص٢٨٥/ج٩) كتاب الضحايا، باب السنة فی أن يستقبل بالذبيحة القبلة۔ مصنف عبدالرزاق (٨٥٨٥) میں حضرت عبداللہ بن عمر سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ ایسے جانور کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جسے قبلہ رخ کرکے ذبح نہ کیا گیا ہو۔

[٢٧] حافظ ابن حجر نے فتح الباری ص١٦/ج١٠ میں کہا ہے کہ اس سے ذبح کرنے والے کے لئے دائیں ہاتھ سے چھری پکڑنے اور بائیں ہاتھ سے سر پکڑنے میں آسانی رہتی ہے۔ یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے۔(مصنف)۔

صحیح بخاری: كتاب الأضاحى 'باب ذبح الأضاحى بيده۔ [حديث:٥٥٥٨] صحیح مسلم: كتاب الأضاحى 'باب استحباب الضّحية وذبحها مباشرة بلا توكيل والتسمية والتكبير .[حديث :١٩٦٦]

ہے۔[۶۸] اسے بھی قبلہ رخ کھڑا کیا جائے۔[۶۹]

100۔اونٹ یا کوئی بھی جانور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھی جائے:

"بِسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ، [۷۰]

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي" [۷۱]

101۔عید کے چاروں دنوں (یعنی عید کا دن اور تین ایام تشریق) میں قربانی کی جاسکتی ہے۔کیوں کہ آں حضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

[۶۸] سنن ابوداؤد: كتاب المناسك، باب كيف تنحر البدن. [حديث:١٧٦٧]، مصنف نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

[۶۹] بخاری نے اسے كتاب الحج، (١٠٦) باب من أشعر وقلد بذى الحليفه ثم احرم. میں معلق ذکر کیا ہے۔

[۷۰] سنن ابوداؤد: كتاب الضحايا، باب مايستحب من الضحايا. [حديث :٢٧٩٥]

[۷۱] صحیح مسلم :كتاب الاضاحى، باب استحباب استحسان الضحية وذبحها مباشرة بلاتوكيل والتسمية والتكبير. [حديث :١٩٦٦]

"تمام ایام تشریق (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ) میں قربانی کرنا جائز ہے"۔[۷۲]

102۔حاجی اپنی قربانی میں سے کھائے بھی اور اپنے وطن لے کر بھی آئے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔

103۔قربانی میں سے تنگ دستوں اور حاجت مندوں کو ضرور کھلائے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ، لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ، فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ، فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾

[الحج:۳۶]

---

[۷۲] مسند احمد:[حدیث :۱۶۷۵۱]ص ۸۲/ج ۴۔ مصنف نے اسے "سلسلة الأحاديث الصحيحة" میں مفصل ذکر کیا ہے دیکھئے حدیث نمبر:۲۴۷۶۔

''اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لئے شعائر الٰہی میں سے مقرر کیا ہے۔ تمہارے لئے ان میں بڑی بھلائی ہے تو انہیں صف بستہ کرکے ان پر اللہ کا نام لو۔ پھر جب وہ اپنے پہلوؤں کے بل گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت پسند محتاجوں اور سائلوں کو کھلاؤ''۔

104۔ اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات افراد شامل ہو سکتے ہیں۔

105۔ جو شخص قربانی نہ کر سکتا ہو وہ دوران حج تین اور گھر پہنچ کر سات روزے رکھے۔

106۔ تشریق کے تینوں دنوں میں بھی روزہ رکھنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں کا بیان ہے کہ:

''ایام تشریق کے دوران حج کی قربانی نہ کر سکنے والوں کے سوا کوئی شخص روزہ نہیں رکھ سکتا''۔ [۷۳]

---

[۷۳] صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب صیام ایام التشریق۔
[حدیث: ۱۹۹۷۔۱۹۹۸] (فتح الباری) ص ۳۱۱ رج ۴۔

107۔قربانی کے بعد سر کے بال منڈوائے یا کتروالے۔ پہلا طریقہ افضل ہے۔کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر مہربانی فرما۔صحابہ نے عرض کیا : یارسول اللہ ﷺ! کتروانے والوں کے لئے بھی دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر مہربانی فرما۔صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کتروانے والوں کے لئے بھی دعا فرمائیں۔حتی کہ چوتھی بار آپ ﷺ نے فرمایا: کتروانے والوں پر بھی مہربانی فرما"۔[۷۴]

108۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق سنت یہ ہے کہ مونڈ نے

---

[۷۴] صحیح بخاری: کتاب الحج ، باب الحلق والتقصیر عندالاحلال.

[حدیث:۱۷۲۷]

صحیح مسلم: کتاب الحج ، باب تفضیل الحلق علی التقصیر وجواز التقصیر .

[حدیث :۱۳۰۱]

کا آغاز دائیں طرف سے کیا جائے۔[۷۵]

109۔سر منڈوانا مردوں کے ساتھ خاص ہے۔عورتیں اس میں شامل نہیں ہیں۔وہ صرف کتروا سکتی ہیں۔کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''عورتیں سر منڈوا نہیں سکتیں۔وہ صرف بال کتروائیں''۔[۷۶]

لہٰذا عورتیں بال اکٹھے کر کے کچھ انگلیوں کے برابر ان میں سے کتر دیں۔

[۷۷]

---

[۷۵] صحیح مسلم :کتاب الحج، باب بیان أن السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم یحلق والابتداء فی الحلق بالجانب الأیمن من رأس المحلوق.[حدیث:۱۳۰۵]

[۷۶] سنن ابوداؤد: کتاب المناسك، باب الحلق والتقصیر.[حدیث: ۱۹۸۵]، مصنف نے اسے صحیح ابوداود (۱۷۳۲) میں ذکر کیا ہے۔

[۷۷] شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ''اگر حاجی قصر کرنا (یعنی بال کتروانا) چاہے تو بال اکٹھے کر کے ان میں سے انگلیوں کے برابر یا اس سے کم وبیش بال کتر دے۔جب کہ عورت اس سے زیادہ نہیں کتر سکتی اور مرد جس قدر بال چاہے کتر سکتا ہے۔

110۔امام کے لئے قربانی کے دن منیٰ [۷۸] میں جمرات کے درمیان [۷۹] چاشت کے وقت[۸۰] خطبہ دینا مسنون ہے۔جس میں وہ حاجیوں کو باقی ماندہ عبادات کی تعلیم دے گا۔[۸۱]

---

[۷۸] صحیح بخاری: كتاب الحج ، باب الخطبة أيام منى.[حديث : ١٧٣٩]

[۷۹] سنن ابوداؤد: كتاب المناسك ، باب يوم الحج الأكبر.[حديث :١٩٤٥] مصنف نے اسے صحیح ابوداؤد(۱۷۰۰)میں شامل کیا ہے۔

[۸۰] سنن ابوداؤد: كتاب المناسك ، باب اى وقت يخطب يوم النحر. [حديث :١٩٥٦] مصنف نے اسے صحیح ابوداؤد(۱۷۰۹)میں شامل کیا ہے۔

طوافِ اِفاضہ

111۔ پھر اسی دن بیت اللہ کی طرف روانہ ہو جائے اور طواف زیارت میں بیان کردہ طریقے کے مطابق اس کے سات چکر لگائے۔ البتہ اس طواف میں اِضطِبَاع (یعنی بائیں کندھے کو برہنہ رکھنا) اور رَمَل (قریب قریب قدم رکھتے ہوئے تیز چلنا) نہ کرے۔[۸۱]

112۔ "مقامِ ابراہیم" کے پاس دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ امام زہری اس کے قائل تھے۔[۸۲]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے ہی کیا[۸۳] اور

---

[۸۱] سنن ابوداؤد: كتاب المناسك، باب مايذكر الإمام في خطبة بمنى۔ [حديث: ۱۹۵۷] مصنف نے اسے صحیح ابوداؤد (۱۷۱۰) میں شامل کیا ہے۔

[۸۲] بخاری نے اسے كتاب الحج، (٦٩) باب صلى النبي ﷺ لسبوعه ركعتين. میں معلق ذکر کیا ہے۔

فرمایا "ہر سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز مقرر ہے"۔ [۸۴]

113۔ اس کے بعد بیان کردہ طریقے کے مطابق صفا ومروہ کے درمیان سَعْی کرے۔ البتہ قارِن (یعنی حج اور عمرہ کو ایک ہی احرام کے ذریعے ادا کرنے والا) اور مُفرِد (یعنی صرف حج کرنے والا) سَعْی نہیں کریں گے۔ بلکہ ان کے لئے پہلی سَعْی ہی کافی ہے۔

114۔ اس طواف کے بعد احرام کی وجہ سے حرام شدہ ہر کام حتی کہ مرد وزن کا تعلق بھی، حاجی کے لئے جائز ہو جائے گا۔

115۔ اس دن (یعنی دس ذوالحجہ کو) نماز ظہر مکہ مکرمہ میں پڑھے جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق "منیٰ" میں پڑھے۔ [۸۵]

116۔ اس کے بعد چاہ زم زم کے پاس پہنچ کر آبِ زم زم پیئے۔

---

[۸۴] مصنف عبدالرزاق (۹۰۱۲) اس کی سند صحیح ہے (مصنف)۔

[۸۵] واللہ اعلم رسول اللہ ﷺ کا ذاتی عمل کیا تھا۔ امکان ہے کہ آپ ﷺ نے دو مرتبہ نماز پڑھائی ہو۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بطور فرض اور دوسری مرتبہ منیٰ میں بطور نفل جیسا کہ یہ طریق کار بعض غزوات میں آپ سے ثابت ہے۔ (مصنف)۔

منیٰ میں رات بسر کرنا اور 13,12,11 ذوالحجہ کی عبادات

117۔اس کے بعد منیٰ میں واپس چلا جائے اور ''تشریق'' کے شب وروز وہیں گزارے۔

118۔وہاں پر روزانہ تینوں جمرات کو زوال کے بعد سات سات کنکریاں لگائے۔اس کا طریقہ (۹۴۔۸۶نمبر) میں بیان ہو چکا ہے۔

119۔''جمرہ اُولیٰ'' سے ابتدا کرے جو''مسجدِ خیف'' کے نزدیک ترین ہے۔ اس کو کنکریاں مارنے کے بعد دائیں جانب تھوڑا سا آگے بڑھ کر قبلہ رخ ہو کر تادیر ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔[۸۷]

121۔پھر تیسرے جمرہ کے پاس آجائے۔اسے''جمرۂ عَقَبہ'' بھی کہتے ہیں۔ اسے اس طرح کنکریاں مارے کہ بیت اللہ بائیں اور منیٰ دائیں سمت پر ہو۔ اس کے پاس دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔[۸۸]

[۸۶۔۸۷۔۸۸] یہ طریق کار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں موجود ہے۔صحیح بخاری: كتاب الحج ،باب اذا رمى الجمرتين يقوم ويُسهل مستقبل القبلة.[حديث:١٧٥١]

لٰہذا بعض کتابوں میں''جمرہ عقبہ'' کو رمی کرتے ہوئے قبلہ رخ ہونے کا ذکر اس صحیح حدیث کے خلاف ہے۔تفصیل کے لئے سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ (۴۸۶۳) ملاحظہ ہو۔

122۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی مذکورہ بالا طریقے کے مطابق تینوں جمرات کو کنکریاں مارے۔

123۔ اگر دوسرے دن کنکریاں مارنے کے بعد واپس آجائے اور تیسرے دن کی رمی کے لیے منیٰ میں نہ ٹھہرے تو یہ بھی جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى ﴾

[البقرة:۲۰۳]

تاہم رمی کے لئے ٹھہرنا افضل ہے کیوں کہ آں حضرت ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔[۸۹]

124۔ مذکورہ بالا عبادات میں ترتیب نبوی اس طرح ہے:

= کنکریاں مارنا

---

[۸۹] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر منیٰ میں غروب آفتاب کا وقت ہو جائے تو حاجی وہیں ٹھہر جائے اور تیسرے دن لوگوں کے ساتھ مل کر رمی کرے"۔

= قربانی کرنا

= طوافِ افاضہ کرنا

= صفاومروہ کی سعی کرنا (صرف حج تمتع کرنے والے کے لئے)۔

اگران مناسک میں تقدیم وتاخیر کردے تو جائز ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے تقدیم وتاخیر کرنے کے بعد پوچھنے والوں کو فرمایا تھا۔ ''کوئی حرج نہیں۔ کوئی حرج نہیں''۔

125۔ معذور کے لئے مندرجہ ذیل طریقے بھی جائز ہیں۔

ا۔ منٰی میں رات نہ گزارنا :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حجاج کو پانی پلانے کی ذمہ داری کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ سے منٰی کی راتیں مکہ مکرمہ میں گزارنے کی اجازت چاہی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی''۔[۹۰]

---

[۹۰] صحیح بخاری : كتاب المناسك، باب سقاية الحاج.[حديث: ١٦٣٤] صحیح مسلم: كتاب الحج، باب وجوب المبيت بمنى ليالي أيام التشريق و الترخيص في تركه لأهل السقاية .[حديث:١٣١٥]

ب۔ دو دن کی کنکریاں ایک دن مارنا:

عاصم بن عدی کا بیان ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ وہ قربانی کے دن رمی کریں اور بعد والے دنوں کی رمی ایک ہی دن کرلیں“۔[۹۱]

ج۔ معذور، رات کے وقت بھی کنکریاں مار سکتا ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے ”چرواہا رات کو کنکریاں مارے اور بعد والے دنوں کی کنکریاں ایک ہی دن مارلیں“۔[۹۱]

آپ ﷺ کا فرمان ہے ”چرواہا رات کو کنکریاں مارے اور دن کے وقت

---

[۹۱] سنن ابوداود: کتاب المناسک، باب فی رمی الجمار۔ [حدیث:۱۹۷۵] مصنف نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ارواء الغلیل میں حدیث نمبر ۱۰۸۰ ملاحظہ ہو۔

گلہ بانی کرے"۔[۹۲]

126۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے رات کے وقت جانا اور منیٰ کی راتوں میں سے اس کا طواف کرنا مسنون ہے۔[۹۳]

127۔"ایامِ منیٰ" کے دوران حجاج کو پانچوں نمازیں باجماعت پڑھنی چاہئیں۔اگر ہوسکے تو نمازیں "مسجدِ خیف" میں ادا کی جائیں کیونکہ افضل یہی ہے۔نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

---

[۹۲] سنن کبریٰ بیہقی ۵/۱۵۱۔سنن دارقطنی ص ۲۷۹۔مسند بزار ۱۱۳۹۔مذکورہ بالا تمام کتابوں کی سندیں ضعیف ہیں۔لیکن مصنف نے سلسلہ الاحادیث الصحیحہ حدیث نمبر ۲۴۷ کے ذیل میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے حسن قرار دیا ہے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:ص ۶۲۲/ج ۵۔

[۹۳] مشکل الآثار طحاوی ص ۳۹۱/ج ۱۔سنن کبریٰ بیہقی ص ۱۴۶/ج ۵۔مصنف نے سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ (ص ۴۵۶/ج ۲) میں حدیث نمبر ۸۰۴ کے ذیل میں اس کی مفصل تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی صحیح مسلم والے ہیں۔

"مسجد خیف میں ستر انبیاء نے نماز پڑھی ہے"۔[۹۴]

128۔ تشریق کے دوسرے یا تیسرے روز کنکریاں مارنے سے فارغ ہوتے ہی مناسک حج مکمل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد حاجی مکہ مکرمہ چلا جائے اور جتنی دیر ہو سکے وہاں قیام کرے۔ نماز با جماعت کا۔ بالخصوص مسجد حرام میں۔ مکمل خیال رکھے۔

---

[۹۴] طبرانی، ضیاء مقدسی اور منذری نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے کیونکہ اس کی ایک دوسری سند بھی موجود ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد۔

بیت اللہ میں طواف اور نماز کا ثواب

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

”میری مسجد کی ایک نماز، مسجد حرام کے علاوہ باقی تمام مساجد کی نسبت، ہزار درجہ افضل ہے۔ اور مسجد حرام کی ایک نماز باقی مساجد سے لاکھ درجہ افضل ہے“۔[۹۵]

129۔ دن رات جب چاہے کثرت کے ساتھ نمازیں پڑھتا رہے اور طواف کرتا رہے۔

آپ ﷺ نے حجر اسود اور رکن یمانی کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔

”ان دونوں پر ہاتھ پھیرنا گناہوں کا مداوا ہے۔ بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے اٹھنے اور نیچے لگنے والے ہر قدم کے عوض

---

[۹۵] مسند احمد: [حدیث: ۱۴۶۹۴] ص ۳۹۷، ۳۴۳ رج ۳۔ مصنف نے اسے ارواء الغلیل (ص ۳۴۱ رج ۴) میں حدیث نمبر ۱۱۲۹ کے ذیل میں صحیح قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک نیکی عطا فرماتا ہے، ایک غلطی معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور جو شخص ایک ہفتہ (اس طرح) کرتا ہے وہ ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب حاصل کر لیتا ہے"۔[۹۲]

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"اے عبد مناف کی اولاد! کسی شخص کو اس گھر کا طواف کرنے سے نہ روکو۔ دن رات جب بھی کوئی چاہے اس میں نماز

---

[۹۲] جامع ترمذی: کتاب الحج، باب ماجاء فی استلام الرکنین. [حدیث:۹۵۹] صحیح ابن خزیمہ: کتاب المناسك 'باب فضل استلام الرکنین وذکر حط الخطا یا بمسحها. [حدیث:۲۷۲۹] صحیح ابن حبان: کتاب الحج' باب ذکر رفع الدرجات وکتب الحسنات وحط السیئات بخطا الطائف حول البیت العتیق. [حدیث:۳۶۹۷] مستدرک حاکم۔ اس کی تفصیل مشکوٰۃ المصابیح: کتاب المناسك، باب دخول مکة والطواف. [حدیث نمبر ۲۵۸۰] کی تخریج میں ملاحظہ ہو۔

پڑھے"۔[۹۷]

طوافِ وَداع

130۔ اپنی ضروریات کی تکمیل اور واپسی کا عزم کر لینے کے بعد بیت اللہ شریف کا "الوداعی طواف" کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ لوگ اپنی مرضی سے واپس چلے جایا کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے حکماً فرمایا:

"بیت اللہ کے ساتھ آخری تعلق طواف کی صورت میں استوار کیے بغیر کوئی شخص واپس نہ جائے"۔[۹۸]۔

---

[۹۷] اسے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔امام ترمذی کتاب الحج 'باب ماجاء فی الصلاۃ بعد العصر وبعد الصبح لمن یطوف . [حدیث:۸۶۸] حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ارواء الغلیل حدیث نمبر ۴۸۱.

[۹۸] صحیح مسلم :کتاب الحج ، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض. [حدیث:۱۳۲۷] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ارواء الغلیل حدیث نمبر ۱۰۸۶۔

131۔ پہلے پہل حائضہ عورت کو پاک ہونے تک انتظار کرنا پڑتا تھا۔تا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرے۔[۹۹] بعد میں اسے انتظار کئے بغیر واپس جانے کی اجازت دے دی گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ:

"نبی کریم ﷺ نے حائضہ عورت کو طواف سے پہلے جانے کی اجازت فرمادی تھی۔بشرطیکہ وہ طوافِ اِفاضہ کر چکی ہو"۔[۱۰۰]

132۔ تبرک کے طور پر بقدر استطاعت آب زم زم بھی ساتھ لایا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ مشکیزوں اور دیگر برتنوں میں آب زم زم لایا کرتے تھے۔اسے مریضوں پر چھڑکتے اور انہیں پلایا کرتے تھے۔[۱۰۱]

بلکہ آپ ﷺ قیام مدینہ کے دوران فتح مکہ سے پہلے سہیل بن عمرو کو پیغام بھیجتے تھے کہ:

---

[۹۹] ایضاً۔

[۱۰۰] صحیح بخاری: کتاب الحج ، باب اذا حاضت المرأۃ بعد ما افاضت . [حدیث:۱۷۶۰] سنن دارمی ج ۲ ص ۷۲۔

''ہمیں آب زم زم کا ہدیہ بھیجنا کسی صورت نہ بھولنا''۔

لہٰذا وہ ان کی طرف دو مشکیں بھیج دیتے۔[۱۰۲]

133۔طواف وداع سے فراغت کے بعد جس طرح عام مسجدوں سے باہر نکلتے ہیں، نکل آئے، الٹے پاؤں نہ چلے۔ بایاں پاؤں پہلے باہر رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔

" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ "۔ [۱۰۳]

---

[۱۰۱] اسے امام بخاری نے ''تاریخ کبیر'' باب الخاء۔[حدیث: ۶۳۹/۳۵۳۳] ص ۱۶۷ ج ۳ میں ذکر کیا ہے جب کہ امام ترمذی نے کتاب الحج' باب ۱۱۴۔[حدیث: ۹۶۳] میں اسے حضرت عائشہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''الأحادیث الصحیحۃ'' حدیث نمبر ۸۸۳۔

[۱۰۲] سنن کبری بیہقی (ج ۵ ص ۲۰۲) میں اس کی سند (جید) ہے۔ مصنف عبد الرزاق (۹۱۲۷) میں اس کا ایک شاہد بھی موجود ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں ہمارے اسلاف ایسے کرتے چلے آئے ہیں۔

[۱۰۳] اس کا حوالہ اسی کتاب کے ۴۴ نمبر کے ذیل میں ملاحظہ ہو۔

مسجد نبوی اور دیگر مقامات کی زیارت

1۔ حج سے پہلے یا اس کے بعد مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت سے مدینہ منورہ میں تشریف لے جائیں۔ مسجد نبوی کی ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد سے ایک ہزار درجہ افضل ہے۔

2۔ مسجد نبوی میں پہنچ کر دو رکعت نماز بطور "تحیة المسجد" ادا کریں۔ اگر کوئی فرض نماز پڑھائی جا رہی ہو تو جماعت میں شامل ہو جائیں۔

3۔ نماز سے فراغت کے بعد نبی کریم ﷺ کی "قبرِ مبارک" کے پاس جائیں اور "السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ" کہہ کر ہدیہ سلام پیش کریں۔

4۔ اس کے بعد اپنی دائیں طرف ایک یا دو قدم اٹھا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کریں۔ پھر دائیں طرف ایک یا دو قدم اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کہیں۔

5۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کے قبرستان "بقیع غرقد" میں جائیں اور حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما اور دیگر مدفون صحابہ وتابعین اور اولیاء کرام کو

جا کر سلام کہیں۔

6۔ اس سے فراغت کے بعد ''جبل احد'' کی زیارت کے لیے جائیں۔ وہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء احد کی قبریں ہیں۔ انہیں بھی سلام کہیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں۔

حج اور عمرہ کی دعائیں

حج کے احرام کی دعا

1۔ "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِحَجَّةٍ"۔

عمرے کے احرام کی دعا

1۔ "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِعُمْرَةٍ"۔

مشروط احرام کے الفاظ

1۔ "اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي"۔[صحیح مسلم: حدیث ۱۲۰۷]

احرام پہننے کے بعد دوران سفر کعبہ شریف تک پہنچنے کے

درمیان کی دعائیں

1۔ "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ"۔

2۔ "لَبَّيْكَ إِلٰهَ الْحَقِّ"۔

3۔ "اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ حَجَّةٌ لَا رِيَاءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةَ"۔

مسجد حرام مسجد نبوی اور دیگر مساجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا

1۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"۔

2۔ "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ"۔

کعبہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا

1۔ "اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ"۔

طواف کے دوران رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کی دعا

"رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً"۔

مقام ابراہیم کی دعا

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾۔

صفا ومروہ کی دعا

1۔ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾۔

صفا ومروہ پر کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہو کر یہ دعائیں پڑھے

(الف)۔ "اَللّٰهُ أَكْبَر، اَللّٰهُ أَكْبَر، اَللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"۔

(ب) "لَا إِلٰــــهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ"۔

(ج) "رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، اِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الأَكْرَمُ"۔

میدان عرفات کی دعا

1۔"لَا إِلٰــــهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ ، وَلَهُ الحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ" ۔

2۔زیادہ سے زیادہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه" کا ورد کرے۔

3۔ إِنَّمَا الْخَيْرُ خَيْرُ الآخِرَةِ ۔

مَشْعِرحرام کی دعا

1۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَر

2۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ۔

کنکریاں مارتے وقت کی دعا

1۔ہر کنکری کے ساتھ صرف "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہے۔

اونٹ یا کوئی اور جانور ذبح کرتے وقت کی دعا

1۔"بِسْمِ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ أَكْبَر ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّى "۔

مسجد حرام، مسجد نبوی اور دیگر مساجد سے نکلنے کی دعا

1۔" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلِّم، اَللّٰهُمَّ إِنِّى أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ "۔